بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

زیرِ سرپرستی:

عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

جلد نمبر ۴۱ شمارہ ۳

مارچ ۲۰۱۷ء

جمادی الآخرہ ۱۴۳۸ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی

نائب مدیر: محمد طفیل احمد مصباحی

منیجر: محمد محبوب عزیزی

تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی

مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور

اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur. Azamgarh

(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 20 روپے

سالانہ: 200 روپے

چیک اور ڈرافٹ

بنام

مدرسہ اشرفیہ

بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462

دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149

الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092

دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

500 روپے

دیگر بیرونی ممالک

20 $ امریکی ڈالر   15 £ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org   E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریــــــــــہ	حضور حافظِ ملت کا عظیم صوفیانہ مقام	مبارک حسین مصباحی	۳

---------------تحقیقات---------------

ادبی تحقیق	تحقیق کے اصول	نازیہ عبدالستار	۱۰

---------------فقہیات---------------

آپ کے مسـائل	کیا فرماتے ہیں.............	مفتی محمد نظام الدین رضوی	۱۴

---------------نظر یات---------------

فکــــــــر امروز	خطبۂ صدارت بحر العلوم فرنگی محلی سیمینار	علامہ محمد احمد مصباحی	۱۶

---------------اسلامیات---------------

شعاعیں	جانِ ایمان، اطاعتِ الٰہی اور عشقِ رسول	محمد ہاشم قادری مصباحی	۲۲
بزمِ خواتین	شادی جہیز اور ہمارا معاشرتی نظام	محمد محسن ضیائی	۲۴

--------------- عز یز یات ---------------

نقشِ حیات	نیپال میں حضور حافظِ ملت کا فیضان	مفتی محمد رضا قادری مصباحی	۲۶
یادیں	دنیائے سنیت میں حافظِ ملت کا مقام	محمد ابو ہریرہ رضوی	۲۸

---------------شخصیات---------------

انوار حیات	حکیم شاہ فرحت اللہ کریم چکی	مفتی ولی اللہ قادری	۳۱

---------------تنقیدات---------------

آئینۂ عالم	خوارج اور عصر حاضر کے دہشت گرد	مولانا فہیم احمد ثقلینی ازہری	۳۴

---------------بزم دانش---------------

فکر ونظر	۲۰۱۷ء کے الیکشن پر نوٹ بندی کے اثرات	ڈاکٹر غلام زرقانی/مولانا محمد عرفان قادری/صابر رضا رہبر مصباحی	۴۱

---------------ادبیات---------------

نقدونظر	کتابوں کا تعارف	تعارف نگار: مبارک حسین مصباحی	۴۸
خیابانِ حــرم	مناجات و مناقب	محمد طفیل احمد مصباحی/الفت نظامی/محمد شاکر علی رضوی	۵۰

---------------وفیات---------------

سفرِ آخرت	مولانا قمر الدین قمر اشرفی کا وصال پر ملال/آہ! حضرت مولانا الحاج عبد الرحیم اشرفی نعیمی		۵۱

---------------مکتو بات---------------

صدائے بازگشت	محمد ساجد رضا مصباحی/محمد عرفان قادری/سید مبشر رضا سالماری		۵۳

---------------سر گرمیاں---------------

خیر وخبر	جامعہ ملک العلما میں جشن غوث الوریٰ/فقیہِ ملت سیمینار/تنظیم نقشبندیہ کے زیرِ اہتمام رحمت عالم کانفرنس، جشن غوث الوریٰ اور عرسِ امام الاولیا		۵۵

اداریہ

حضور حافظِ ملت کا عظیم صوفیانہ مقام

مبارک حسین مصباحی

جلالة العلم استاذ العلما مرشدِ طریقت حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی کی ولادت بروز دوشنبہ ۱۳۱۲ھ/۱۹۹۴ء قصبہ بھوج پور، ضلع مرادآباد میں ہوئی اور وصال یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ/۳۱؍ مئی ۱۹۷۶ء میں مبارک پور میں ہوا۔ آپ بے شمار اوصاف و کمالات کی حامل شخصیت تھے، آپ بلند پایہ عالمِ ربانی تھے، شخصیت ساز مخلص استاذ تھے، سیکڑوں تلامذہ لفظ "مصباحی" کا علامتی نشان لگا کر ملک اور بیرون ملک مختلف جہتوں میں عظیم دینی، علمی اور ملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے علم و فضل کے ساتھ رشد و ہدایت کے میدان میں بھی تاریخی کردار ادا کیا۔ آپ کے درجنوں تلامذہ خانقاہوں کے مرشدانِ طریقت تھے اور آج بھی ہیں۔ آپ عظیم مفسر تھے، بخاری شریف پڑھانے والے بلند پایہ محدث تھے، آپ سائلین کے ظاہری اور مخفی نقطۂ نظر پر گہری نگاہ رکھنے والے کامیاب مفتی تھے۔ آپ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل پر پر جوش مگر سنجیدہ نگاہ رکھتے تھے۔ آپ نے مدرسہ اشرفیہ سے دار العلوم اشرفیہ اور آخر میں جامعہ اشرفیہ کی تعمیر و ترقی کے لیے خونِ جگر پلایا۔ آپ باصلاحیت مصنف اور محقق بھی تھے۔ حیاتِ ظاہری میں آپ اپنے جسمانی وجود سے تگ و دو فرماتے رہے اور اب اپنے روحانی تصرفات سے نگہبانی فرما رہے ہیں۔

اپنے ہاتھوں کے لگائے باغ میں سویا ہے وہ — کہنے کو چپ ہے مگر کچھ اس طرح گویا ہے وہ
ہر سانس سے ٹھنڈک دی میں نے ہر قطرۂ خوں سے سینچا ہے — تم شاد رہو اے فرزندو یہ میرا چمن برباد نہ ہو

اس تحریر میں ہم حضور حافظِ ملت قدس سرہ العزیز کے کردار و اخلاق اور بلند پایہ روحانیت کے حوالے سے چند باتیں تحریر کریں گے۔

حضور حافظِ ملت کی اعلیٰ تعلیم و تربیت خواجۂ خواجگاں سلطان الہند حضرت سید معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار اجمیر شریف میں ہوئی۔ آپ کا داخلہ دار العلوم معینیہ عثمانیہ میں ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء میں ہوا۔ اجمیر مقدس کے اسی دار العلوم میں علوم و فنون کی تکمیل ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء میں ہوئی۔ اس مرکزِ روحانیت میں آپ نے مسلسل ۹؍ برس کا عرصہ گزارا۔ آپ نے فوٹو سازی کے بین الاقوامی قانون کے باوجود بنا فوٹو کے حج و زیارت کی سعادت حاصل فرمائی، آپ کے سفرِ حج و زیارت پر تشریف لے جانے کے بعد اس وقت کی وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی نے کہا تھا کہ "اس بندۂ مومن کا بنا فوٹو سفرِ حج و زیارت ہمارے ملک کے لیے فخر کی بات ہے۔" اس سفر سے پہلے حضرت حافظ ملت فرماتے تھے: "میری زندگی کے سب سے خوشگوار اور رحمت والے ایام وہ ہیں جو اجمیر مقدس میں گزرے۔"

حضرت حافظِ ملت کے عہدِ طالب علمی میں شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت مرشدِ طریقت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی قدس سرہ العزیز کچھوچھہ مقدسہ سے اجمیر شریف حاضر ہوئے۔ اجمیر مقدس میں غریب نواز رہتے ہیں، ان کے دربار میں سلاطین و مشائخ سب بھیک مانگنے جاتے ہیں۔ حضور سیدنا شاہ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی قدس سرہ العزیز عظیم بزرگ ہیں اور اسی سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے فیوض و برکات لٹانے والے عظیم مسیحا ہیں۔ اسی سلسلہ چشتیہ کے بلند پایہ بزرگ شیخ المشائخ بھی ہیں۔ آپ کے پاس دیگر سلاسل کے ساتھ سلسلہ قادریہ منوریہ معمریہ بھی تھا۔ اس سلسلے میں غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف چار واسطے ہیں۔ یعنی شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی کو حضرت شاہ امیر محمد کابلی سے ان کو حضرت ملا اخون فقیر رام پوری سے ان کو حضرت شاہ منور اللہ آبادی قدس سرہ العزیز (ان کی عمر شریف پانچ سو پچاس برس کی ہوئی) سے، ان کو حضرت شاہ دولا قدس سرہ العزیز سے، ان کو غوثِ اعظم سید شاہ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے۔

حضرت حافظِ ملت اپنے چالیس رفقائے درس کے ساتھ اجمیر مقدس میں تقریباً ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ میں بیعت ہوئے اور سلسلہ چشتیہ اشرفیہ میں طالب ہوئے۔ فراغت کے بعد حضرت حافظِ ملت مبارک پور تشریف لائے تو کچھ دنوں کے بعد حضرت شیخ المشائخ نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت حافظ ملت نے اکتسابِ روحانیت کی روداد اس طرح بیان فرمائی:

"حضرت شیخ المشائخ مولانا سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں علیہ الرحمہ ہمارے زمانۂ طالب علمی میں اجمیر شریف پہنچے، ان کے پاس سلسلہ منوریہ تھا جس میں حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف چار واسطے ہیں۔ ہم چالیس رفقائے درس ایک ساتھ اس سلسلے میں داخل ہوئے اور سلسلہ چشتیہ اشرفیہ میں طالب ہوئے۔ بعد میں جب مبارک پور آیا، اور یہاں حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی تشریف

آوری ہوئی تو مجھے خلافت بھی دے دی۔ میں نے عرض کیا حضور! میں تو اس کا اہل نہیں، فرمایا: ''داد حق را قابلیت شرط نیست'' حضرت بڑے کریم النفس تھے، بڑی شفقت فرماتے تھے۔''

شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کی ولادت باسعادت ۲۲؍ ربیع الآخر ۱۲۶۶ھ/ ۷؍ مارچ ۱۸۵۰ء کچھوچھا مقدسہ میں ہوئی۔ ۱۱؍ رجب ۱۳۵۵ھ/ ۷؍ ۱۹۳۶ء کو ذکر جہری کے درمیان کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے ۹۰؍ برس کی عمر میں وصال پر ملال فرمایا۔ آخری وقت میں آپ کے قریب ۱۳؍ لاکھ مریدین اور ۱۳۵۰ خلفا تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار دینی اور روحانی خدمات انجام دیں، آپ سیرت و صورت میں انتہائی نورانی و عرفانی تھے۔ وضع قطع، رہن سہن میں پیکرِ علم و عمل تھے، آپ کی ایک ایک ادا تقویٰ شعاری کی علامت تھی، آپ درجنوں خانقاہوں اور اداروں کے سرپرست تھے، آپ تاحیات دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کے سرپرست اعلیٰ رہے۔ مبارک پور کا ایک بڑا طبقہ آپ کے دامن سے وابستہ تھا۔ وصال کے موقع پر حضور حافظ ملت اور مشائخ اہل سنت میں سخت صدمے کی لہر دوڑ گئی۔ حضور حافظِ ملت سالانہ جامع مسجد راجہ مبارک شاہ مبارک پور میں ۱۱؍ رجب کو ''عرس اشرفی میاں'' منعقد فرماتے رہے اور یہ مقدس سلسلہ آج تک جاری ہے۔

حضرت حافظ ملت فرمایا کرتے تھے:

''جس وقت میں درگاہِ مخدوم اشرف سمنانی کچھوچھا مقدسہ میں حاضر ہوا، اس وقت سے اتنا روحانی فیض پہنچا اور پہنچ رہا ہے جس کو بیان نہیں کر سکتا۔''

صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی روایت ہے کہ:

''اس حاضری کی تقریب یوں ہے کہ غالباً ۹۲ھ/ ۷۲ء میں قصبہ کچھوچھا شریف کے لوگوں نے حافظ ملت کو ایک اجلاس کی دعوت دی، حضرت نے دعوت منظور فرمائی اور کچھوچھا شریف میں جلسہ کا اعلان ہو گیا پھر کسی وجہ سے جلسہ منسوخ ہو گیا، منتظمین نے مبارک پور منسوخیِ اجلاس کا ٹیلی گرام کیا۔ مگر حافظ ملت سفر پر تھے، اور سفر سے واپسی میں براہ راست کچھوچھا شریف پہنچ گئے۔ مگر منتظمینِ جلسہ کچھ اونچے لوگوں کے دباؤ میں تھے، تیار نہ ہوئے۔ بسکھاری میں حضرت مولانا سید ظفر الدین اشرف سجادہ نشین و متولی آستانہ مخدوم سمنانی کو معلوم ہوا تو حضرت کو اپنے گھر لے گئے، اور دوسرے دن کچھوچھا شریف میں خاص آستانہ مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ پر حافظِ ملت کی تقریر کرائی، اور بعد تقریر ایک صالح مرد حضرت کے دست اقدس پر بیعت ہوئے جو آستانہ پاک کی مسجد میں معتکف تھے۔

اس کے بعد مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ کا فیض اس طرح جاری ہوا کہ حافظِ ملت جہاں پہنچتے، بکثرت حضرات داخلِ سلسلہ ہونے کے لیے ٹوٹ پڑتے اور آستانہ کے زینے پر تو بیک وقت سیکڑوں کی تعداد میں لوگ بیعت ہوئے۔ باوجودے کہ لوگوں کو اس کے لیے آمادہ بھی نہ کیا جاتا، بلکہ حضرت تو اس طرح کی اپیل کے سخت مخالف تھے۔

چناں چہ بہار کے کوٹام نامی ایک مقام پر بعض مخلصین نے اجلاس میں حافظِ ملت سے مرید ہونے کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا، اس وقت حافظ ملت اپنی تقریر ختم کر کے قیام گاہ تشریف لے جا رہے تھے، یہ آواز سنی تو راستے سے واپس ہوئے، اور مائک پر آکر بڑے غصے میں ارشاد فرمایا: میں کوئی پیشہ ور پیر نہیں، نہ ہی اپنی پیری مریدی کے لیے اس طرح کی اپیل پسند کرتا ہوں،، یہ میرا کوئی کاروبار نہیں، میرے لیے اس طرح کا اعلان ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ مگر فیضان مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ کو کون روک سکتا ہے، اسی کوٹام نامی مقام پر قریباً ڈیڑھ سو افراد حافظِ ملت کے دستِ پاک پر تائب ہو کر داخلِ سلسلہ ہوئے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (ازمضمون مفتی احمد القادری، ماہ نامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر، ص: ۵۲۵، ۵۲۶)

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ کو دوسری اجازت و خلافت سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی حاصل ہوئی، اپنے انٹرویو میں آپ فرماتے ہیں:

''حضرت صدر الشریعہ قبلہ رحمۃ اللہ سے بھی قادری رضوی نسبت حاصل ہوئی۔ حضرت صدر الشریعہ نے مجھے اور مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ کو بریلی شریف میں خلافت عطا فرمائی۔'' (ماہ نامہ اشرفیہ، حافظ ملت نمبر، ص: ۷۶)

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ اپنے استاذ اور شیخ حضرت علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے، آپ کا مشہور ارشادِ گرامی ہے: ''ہم نے حضور صدر الشریعہ سے علم ہی نہیں، عمل بھی پڑھا ہے'' ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے آپ نے اپنے استاذ گرامی کا جو ادب و احترام کیا اس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔ اسی طرح حضرت صدر الشریعہ بھی آپ کو اپنے شہزادوں کی طرح نوازتے تھے۔

بیعت وارشاد: جلالۃ العلم حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے مریدین اور متوسلین کی تعداد بھی کثیر ہے۔ مرید کرنے سے پہلے آپ بیعت وارشاد کے تعلق سے مختصر گفتگو فرماتے اور مرید ہونے والے کو اچھے کاموں کی نصیحت فرماتے اور برے کاموں سے دور رہنے کی سخت تنبیہ فرماتے۔ اگر مرید فرمانے کے بعد کسی مقام پر رکنا ہوتا تو مریدین اور متوسلین کو جمع کر کے حلقۂ ذکر بھی کرتے اور رکنا نہیں ہوتا تو پھر کسی موقع سے مریدین کے علاقوں میں جاتے تو انھیں وعظ و نصیحت فرماتے۔ عام طور سے مریدین آپ سے رابطے میں رہتے۔ آپ ان کی ہر مشکل آسان کرنے کی کوشش فرماتے، ان کے لیے دعائیں کرتے، نقوش و تعویذات عطا فرماتے۔ ان کی مشکلات اور پریشانیوں کو دور کرنے کی ترکیبیں بتاتے۔ آپ مردوں اور عورتوں سب کو مرید فرماتے، مگر عورتوں کو نہ قریب آنے دیتے اور نہ ان سے ہم کلام ہوتے، بلکہ آڑ میں بیٹھ کر رومال وغیرہ کے ذریعہ ضروری دعائیں پڑھاتے اور توبہ و استغفار کی تعلیم دیتے۔ آپ مرید کرتے وقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بعد اپنے مرید سے یہ جملہ ضرور کہلاتے "توبہ کی میں نے تیرے عاجز بندے عبدالعزیز کے ہاتھ پر اور مرید ہوا میں حضرت شیخ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا۔"

آپ کے شجرہ شریف میں ذکر نفی و اثبات اور ذکر جہر کی ترکیب بھی درج تھی اور مریدین کے لیے ضروری ہدایات بھی جو حسب ذیل ہیں:

(۱) مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہیں، وہابی، دیوبندی، رافضی، تبلیغی، مودودی، ندوی، نیچری، غیر مقلد، قادیانی وغیرہم سے جدا رہیں۔

(۲) نماز پنج گانہ کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ مردوں کو مسجد و جماعت کا التزام بھی واجب ہے۔

(۳) جتنی نمازیں قضا ہو گئی ہیں، سب کا ایسا حساب لگائیں کہ تخمینے میں باقی نہ رہ جائیں زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ جلد ادا کریں۔

(۴) جتنے روزے بھی قضا ہوئے ہوں دوسرا رمضان آنے سے پہلے ادا کر لیے جائیں۔ کہ حدیث شریف میں ہے، جب تک پچھلے رمضان کے روزوں کی قضا نہ کر لی جائے گی، اگلے روزے قبول نہیں ہوں گے۔

(۵) جو صاحب مال ہیں زکات بھی دیں۔ جتنے برسوں کی نہ دی ہو فوراً حساب کر کے ادا کریں۔ ہر سال کی زکوۃ سال تمام ہونے سے پہلے دے دیا کریں۔ سال تمام ہونے کے بعد دیر لگانا گناہ ہے۔ لہٰذا شروع سال سے رفتہ رفتہ دیتے رہیں، سال تمام ہونے پر حساب کریں، اگر پوری ادا ہو گئی، بہتر، ورنہ جتنی باقی ہے فوراً دے دیں اور اگر کچھ زیادہ نکل گئی ہے تو آئندہ سال میں مجرا کر لیں، اللہ عزوجل کسی کا نیک کام ضائع نہیں کرتا۔

(۶) صاحب استطاعت پر حج بھی فرض ہے۔

(۷) کذب، فحش، چغلی، غیبت، زنا، لواطت، ظلم، خیانت، ریا، تکبر، داڑھی منڈانا یا کتروانا، فاسقوں کی وضع پہننا، ہر بری خصلت سے بچے، جوان سات باتوں کا عامل رہے گا اللہ و رسول کے وعدے سے اس کے لیے جنت ہے، جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

جانشین حافظ ملت حضرت عزیز ملت دامت برکاتہم العالیہ: حضور حافظ ملت کے فرزند ارجمند پیر طریقت، عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ ہیں۔ حیات و فکر اور کردار و عمل میں حافظ ملت کا عکس جمیل ہیں۔ عبادت و ریاضت، تہجد گزاری اور تقویٰ شعاری وغیرہ امور میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ کو اوراد و وظائف کی اجازت اپنے والد ماجد استاذ گرامی حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ سے حاصل ہے۔ آپ کے مریدین ملک اور بیرون ملک پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کے خلفا اور عقیدت کیشوں کی تعداد بھی اہم ہے۔ آپ بڑی عقیدت کے ساتھ حضور حافظ ملت کے عرس کا اہتمام فرماتے ہیں۔ حضور حافظ ملت کے وصال کے بعد آپ جانشین اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے سربراہ اعلیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے مولا تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل آپ کا سایۂ کرم دراز فرمائے۔ آمین۔

حضرت حافظ محمد حنیف عزیزی کو خلافت و اجازت: حضرت حافظ محمد حنیف عزیزی نے بلرام پور کی قدیم اور شہرہ آفاق درس گاہ جامعہ عربیہ انوار القرآن میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور اسی درس گاہ سے ۱۸؍ برس کی عمر میں حفظ قرآن کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد تدریسی امور بھی انجام دیے۔ خدمت خلق، روحانی علاج اور بیعت و ارشاد آپ کے خاص مشغلے رہے تسخیر جنات، حاضرات اور تعویذ نویسی کے لیے آپ دور دور تک مشہور تھے۔ ۲۰؍ برس کی عمر میں جلالۃ العلم قطب الارشاد حضور حافظ ملت کے دست مبارک پر مرید ہوئے۔ آپ کی بیعت کا پس منظر بھی بڑا ایمان افروز ہے اس کی تفصیل ہم نے ان کے حالات میں نوٹ کی ہے۔

ابھی مرید ہوئے چند برس ہی گزرے تھے کہ جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرام پور کے سالانہ اجلاس میں حضور حافظ ملت تشریف لائے اور اسی مبارک موقع پر آپ نے حافظ محمد حنیف عزیزی علیہ الرحمۃ کو خرقہ و دستار عطا فرما کر اعلان فرمایا کہ میں حافظ محمد حنیف عزیزی صاحب کو سلسلہ قادریہ رضویہ

چشتیہ اشرفیہ اور دیگر سلاسل کی خلافت واجازت دے رہا ہوں۔

حافظ محمد حنیف عزیزی عہد طالب علمی ہی سے نیک طبیعت اور پاکیزہ خصلت تھے، لیکن حافظ ملت کی نگاہ کیمیا اثر نے ان کے فکر وعمل کا رخ ہی بدل دیا تھا۔ سفر ہو یا حضر ان کے مخصوص اوراد و وظائف اور نوافل تک کی ادائگی میں فرق نہیں پڑتا تھا۔ تلاوت قرآن کریم ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ ہر تیسرے دن ایک قرآن عظیم ختم کرنا ان کا خاص معمول تھا۔ قریب پچاس برس تک بلرام پور کی جامع مسجد ابراہیم مستری مرحوم میں بلا معاوضہ نماز تراویح پڑھائی۔ آپ بلا ناغہ عرس حافظ ملت میں شرکت کے لیے مبارک پور تشریف لاتے تھے، مگر نہ جلسہ و جلوس میں نظر آتے اور نہ عام نشست گاہوں میں۔ ایامِ عرس میں مزار حافظ ملت ان کے اوراد و وظائف کا خاص مقام تھا۔ عرس میں ملک بھر سے ہزاروں عزیزی مریدین حاضر ہوتے ہیں مگر ان کے دل میں یہ خواہش کبھی بیدار نہیں ہوئی کہ وہ شیدائیان حافظ ملت میں اپنے خلیفہ ہونے کا پرچار کریں۔ ورنہ عام طور پر اپنے مشائخ کے اعراس میں خلفا اپنا شوروم کھول کر خلیفانہ تراش خراش کے ساتھ کسی بلند جگہ پر آویزاں نظر آتے ہیں۔ آئیے، اس مقام پر ماہرِ رضویات ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بلرام پوری علیہ الرحمہ کے ایک اقتباس سے یادوں کے چراغ روشن کرتے ہیں۔

> ”یہ شرف بلرام پور ہی کو حاصل ہے کہ حضور حافظ ملت کے واحد خلیفہ حضرت حافظ محمد حنیف صاحب قبلہ اس شہر کے ہیں۔ بر صغیر ہند و پاک میں آپ کے پائے کے چند ہی ماہرین عملیات ملیں گے۔ جن ّ و آسیب اور سحر وغیرہ بھگانے میں آپ کا جواب نہیں۔ حاضرات میں بھی آپ کو ملکہ حاصل ہے۔ آپ کے علم و عمل کو ہی دیکھ کر حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے آپ کو خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔ ہر سال دھوم دھام اور تقدیسی آن بان کے ساتھ ”عرس حافظ ملت“ کا بلرام پور میں انعقاد کرتے ہیں۔ (ملخصًا اشرفیہ جولائی ۲۰۰۵ء)

نصیر ملت حضرت علامہ شاہ محمد نصیر الدین عزیزی کو نقوش و تعویذات کی اجازت: نصیر ملت پیر طریقت حضرت علامہ شاہ محمد نصیر الدین عزیزی دامت برکاتہم العالیہ ایک بزرگ عالم ربانی ہیں۔ آپ نے دار العلوم اشرفیہ مبارک پور سے سندِ فضیلت حاصل فرمائی، عہدِ طالب علمی سے آج تک آپ اپنے استاذ گرامی حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے بہت قریب رہے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ کے عرس کا سارا نظم و نسق آپ اور حضرت مولانا اعجاز احمد مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ امسال تک بحسن و خوبی دیکھتے رہے۔ دونوں ہی علم و عمل اور زہد و پارسائی میں اپنی اہمیت رکھتے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں سے ہمیں بھی چند کتابیں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اب ہم بات کرتے ہیں حضرت نصیر ملت کے حوالے سے، آپ بجائے خود نیک سیرت، بلند اخلاق اور نستعلیق شخصیت ہیں۔ وضع قطع اور رہن سہن میں سادہ مگر انتہائی نفاست پسند ہیں، کم گوئی کے باوجود چہرے پر بشاشت کے آثار نمایاں رہتے ہیں۔ آپ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے قریب ترین معتمد تلامذہ میں سے ہیں۔

بیت الانوار گیا بہار میں ایک معروف خانقاہ ہے۔ اس خانقاہ میں ایک سے ایک بڑے مشائخ اور علما ہوئے اور آج بھی ہیں۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا بھی اس خانقاہ سے بڑا گہرا رشتہ رہا ہے۔ اور یہ تعلق آج تک باقی ہے۔ اس کا سلسلہ روحانی مرشدِ طریقت حضرت سید شاہ عین الہدیٰ علیہ الرحمہ سے شروع ہوتا ہے۔ جنگلوں اور بیابانوں میں اوراد و وظائف پڑھنا آپ کا معمول تھا۔ ایک بار آپ کے ایک مرید نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ حضور آج ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں گے۔ آپ انھیں ساتھ لے گئے اور آپ نے حصار کھینچ کر خود عمل شروع فرما دیا اور مرید محترم دوسری جگہ بیٹھ گئے۔ اب جنوں نے اس مرید کو پریشان کرنا شروع کر دیا اور مرید صاحب پریشان ہونے لگے۔ آپ نے اس جانب کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ اس کے بعد جب حضرت سید علیہ الرحمہ نے اپنے عمل کے ذریعہ توجہ فرمائی تو جنات کٹ کٹ کر مرنے لگے۔ پھر شاہ جن آیا اور اس نے حضور سید صاحب علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں منت سماجت فرمائی اور مزید عرض کیا حضور! ہم آپ کو ایک تعویذ کا تحفہ دینا چاہتے ہیں۔ یہ ”نقش جنی“ جسے آج حضور حافظِ ملت کے پہننے والے تعویذ کے نام سے شہرت ہوگئی ہے، حضرت نصیرِ ملت فرماتے ہیں کہ یہ ”اسم اعظم“ ہے۔

حضرت سید عین الہدیٰ علیہ الرحمہ نے اس کی اجازت پیر طریقت حضرت شاہ نور الہدیٰ گیاوی علیہ الرحمہ کو عطا فرمائی اور انھوں نے اپنے لختِ جگر حضرت علامہ شاہ سراج الہدیٰ گیاوی علیہ الرحمہ کو، آپ نام ور فاضلِ اشرفیہ اور حضور حافظ ملت کے عزیز ترین تلامذہ میں ہیں۔ بقول حضرت نصیرِ ملت آپ سے اس نقش جنی کی اجازت جلالۃ العلم حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کو حاصل ہوئی، حضور حافظِ ملت باضابطہ یہ تعویذ جنی لکھتے تھے اور حاجت مندوں کو عنایت فرماتے تھے۔ آپ نے اس تعویذ اور دیگر اوراد و وظائف کی اجازت اپنے جانشین عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ عزیزی سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کو عطا فرمائیں، نیز دیگر بزرگوں کو بھی۔ ان میں ایک معروف نام نصیرِ ملت حضرت علامہ شاہ محمد نصیر الدین عزیزی دامت

برکاتہم العالیہ کا بھی ہے۔ ہم نے حضرت سے ابھی گفتگو کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے فرمایا، اس پینے والے تعویذ جنی کی بھی اجازت عطا فرمائی اور دیگر نقوش اور اوراد و وظائف کی بھی، آپ کا معمول بھی یہی رہا کہ آپ بعد نمازِ جمعہ اپنی قیام گاہ پر یہ پینے والا تعویذ ضرورت مندوں میں تقسیم فرماتے ہیں۔ آپ ایک مقبول ترین مرشد بھی ہیں اور باصلاحیت استاذ ہونے کے باوجود آپ کی شہرت ومقبولیت دعاؤں اور نقوش کے تعلق سے بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ مرشد طریقت حضرت علامہ شاہ سراج الہدیٰ گیاوی علیہ الرحمۃ اپنی آخری عمر شریف میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے، بڑی نوازش فرمائی، پھر مجھ سے فرمایا کہ ہم ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کا دفتر دیکھنا چاہتے ہیں۔ حضرت بآں فضل وکمال تشریف لائے، وہاں کا نظم وضبط دیکھ کر ڈھیر ساری دعاؤں سے سرفراز فرمایا اور اسی وقت ہمیں بھی حضرت علامہ شاہ سراج الہدیٰ علیہ الرحمہ نے باضابطہ "نقش جنی" لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا شاہ تجمل الہدیٰ مصباحی کو دلائل الخیرات شریف کی اجازت: حضرت مولانا شاہ تجمل الہدیٰ مصباحی گیاوی علیہ الرحمہ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کے نام ور فاضل تھے، آپ گوناگوں اوصاف وکمالات کے حامل اور اہل سنت کے معتمد استاذ تھے، آپ "خانقاہ بیت الانوار گیا" کے فرد فرید اور اخلاق حسنہ کے پیکر جمیل تھے، راقم نے ممدوح مکرم کی متعدد بار زیارت کی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں اصول فقہ کی مشہور کتاب "نور الانوار" کا امتحان بھی دیا، حضرت نے خوش ہو کر ہمیں سو میں سو نمبر بھی دیے تھے۔ حضرت عالم علوم شرقیہ بھی تھے اور عامل قرآن وسنت بھی۔ ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء میں آپ نے اپنے استاذ گرامی حضرت حافظ ملت سے دلائل الخیرات شریف پڑھنے کی اجازت کی خواہش ظاہر فرمائی، اور ایک ماہ میں ختم کرنے کا طریقہ بھی معلوم کیا، حضرت نے انھیں اجازت بھی عطا فرمائی اور پڑھنے کے طریقے بھی عطا فرمائے۔ حضرت مولانا تجمل الہدیٰ مصباحی کے بقول "میں نے دلائل الخیرات پڑھنے کی اجازت اور طریقہ طلب کیا تو حضرت نے یہ مکتوب گرامی تحریر فرمایا:

"محب محترم جناب مولوی تجمل الہدیٰ صاحب سلمہٗ، دعاے خیر وسلام مسنون۔

آپ کو خط لکھا لیکن کثرتِ کار دماغ پر بار ہے، اس لیے بڑی ضروری بات رہ گئی۔ آپ نے دلائل الخیرات شریف کی اجازت طلب کی تھی اور ایک ماہ میں ختم کرنے کا طریقہ معلوم کیا تھا۔ دلائل الخیرات شریف کے ورد کے تین طریقے ہیں، اول روزانہ پوری ساتوں حزب ختم کرنا، اسمائے حسنیٰ و اسمائے طیبہ بھی پڑھے [دوسرا طریقہ رقم ہونے سے رہ گیا۔ مبارک حسین مصباحی]، تیسرے اسمائے حسنیٰ و اسماے طیبہ صرف پہلی حزب دوشنبہ کے ساتھ پڑھے اور ہر روز ایک ہی حزب بغیر اسماے حسنیٰ واسماے طیبہ کے پڑھے۔ ایک ماہ میں ختم کا طریقہ نہیں۔

آپ تیسرا طریقہ اختیار کریں اور روزانہ وقت مقررہ پر پڑھنے کا عزم کرلیں، روزانہ وقت معہود پر پڑھیں، پندرہ منٹ کے اندر ہو جاتی ہے، دلائل الخیرات شریف کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ جو بلا ناغہ پڑھنے کا عزم کرتا ہے اس سے ناغہ نہیں ہوتی، اچھا عطر پڑھتے وقت روزانہ استعمال کرنا چاہیے، یہ بھی اس کے خواص میں سے ہے کہ جو اس پر کاربند ہوتا ہے غیب سے اس کا انتظام ہو جاتا ہے کوئی دقت نہیں ہوتی۔ ھو الکریم۔

لَقَدْ اَجَزْتُکَ بِقِرَاءَۃِ دَلَائِلِ الْخَیْرَاتِ عَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ وَ بَرَکَۃِ رَسُوْلِہٖ کَمَا اَجَازَنِیْ شَیْخِیْ وَ مُرْشِدِیْ صَدْرُ الشَّرِیْعَۃِ الْعَلَّامَۃُ الشَّاہ مُحَمَّدْ اَمْجَدْ عَلِی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان وَ اَجَازَہ شَیْخُ الدَّلَائِلِ الشَّاہ مُحَمَّدْ عَبْدُ الْحَقِّ آفَنْدِیْ قُدِّسَتْ اَسْرَارُھُمْ وَاَنَا اَدْعُوْا لَکَ بِاَنْ اَعْطَاکَ اللّٰہُ بَرَکَاتَ دَلَائِلِ الْخَیْرَاتِ وَ حَسَنَاتِھَا تَامًّا وَافِیًا کَافِیًا جَمِیْعًا وَاَفَاضَ عَلَیْکَ شَآبِیْبَ النِّعَمِ فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَۃِ بِحَقِّ حَبِیْبِہٖ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْم وَ اَنَا الْفَقِیْر. عبد العزیز عفی عنہ

مولاے قدیر آپ کو توفیق رفیق بخشے، اس کے پورے برکات وحسنات عطا فرمائے باوضو روبہ قبلہ خوشبو کا استعمال پڑھنے کے وقت اس کے آداب میں سے ہے۔ اپنے والد صاحب قبلہ اور چھوٹے حضرت ومنجھلے حضرت سے سلام مسنون کہہ دیجیے، مولوی حافظ محمد جمیل احمد وغیرہ حضرات کو سلام ودعا۔

۲/ محرم ۱۳۸۰ھ/ ۲۷/ جون ۱۹۶۰ء — عبد العزیز عفی عنہ

حضرت قاری عبد الحکیم عزیزی علیہ الرحمۃ کو دو اجازتیں: استاذ القرا حضرت حافظ و قاری عبد الحکیم عزیزی علیہ الرحمۃ بڑے نیک طینت اور اخلاص وعمل کے پیکر تھے۔ آپ قراءت سبعہ کے ایک کامیاب استاذ تھے۔ آپ نے چند برسوں تک دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں بھی درس دیا۔ آپ کے چاہنے اور ماننے والوں کی ایک لمبی تعداد ہے۔ آپ حافظ ملت کے عزیز ترین تلمیذ ومرید تھے۔ حضور حافظ ملت آپ سے حد درجہ محبت فرماتے تھے۔ محب گرامی وقار حضرت مولانا ناظم علی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے فرمایا کہ "حضرت قاری عبد الحکیم عزیزی علیہ الرحمۃ نے ان سے فرمایا کہ

حضور حافظِ ملت نے دردِ شقیقہ یعنی آدھے سر کے درد کو ختم کرنے کا روحانی علاج مرحمت فرمایا تھا۔ اس علاج کا طریقہ یہ ہے کہ چہل قاف شریف پڑھ کر پانی کو کاٹا جائے اور پھر اسے مریض کو پلا دیا جائے تو انشاء اللہ درد ختم ہو جائے گا۔ حضرت قاری عزیزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، دردِ شقیقہ کا یہ علاج مجرب ہے۔ آج تک جس کے سر کا علاج کیا بفضلہٖ تعالیٰ اسے آرام ہوا۔

دوسری اجازت معوذتین کی عطا فرمائی، ہر فرض نماز کے بعد تین بار سورہ "فلق" اور تین بار سورہ "ناس" پڑھا جائے۔ یہ عمل حاسدوں، شرپسندوں اور دشمنوں سے حفاظت کے لیے ہے۔ معوذتین کی اجازت حضرت حافظِ ملت کو حضرت صدر الشریعہ سے حاصل ہوئی اور انھیں امام احمد رضا محدث بریلوی سے۔

حضرت قاری عبد الحکیم عزیزی علیہ الرحمۃ انتہائی مخلص بزرگ تھے، اپنے حلقۂ احباب میں بہت سے افراد کو اپنے مرشدِ گرامی علیہ الرحمۃ کے دامن سے وابستہ کرایا۔ ہماری بھی ان سے متعدد بار ملاقاتیں ہوئیں، بہت محبت فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولا تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

حضرت مفتی ظل الرحمٰن ضیائی کو معوذتین کی اجازت: حضرت مولانا مفتی ظل الرحمٰن ضیائی ضلع بھاگل پور کی نامور شخصیت تھے، علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں بھی امتیازی مقام رکھتے تھے، حضرت حافظِ ملت قدس سرہ العزیز سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے، ایک بار آپ نے بارگاہِ حافظِ ملت میں عرض کیا: حضور! بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے پاس بھی بہت سے لوگ دعاؤں اور تعویذوں کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ آپ کوئی وظیفہ یا عمل کی اجازت مرحمت فرمادیں تاکہ ضرورت مندوں کی خدمت کی جا سکے، یہ گفتگو سن کر حضرت حافظ ملت نے فرمایا:

"معوذتین ہر بیماری کا علاج ہے، آپ معوذتین پڑھ کر دم کر دیا کریں ان شاء اللہ یہ عمل ہر مرض کے لیے مفید ہوگا۔"

حضرت مفتی ظل الرحمٰن ضیائی ۲۷؍ رجب ۱۴۳۷ھ/ ۴؍ مئی ۲۰۱۶ء کو وصال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے، آمین۔ (بہ روایت محبِ گرامی مولانا طفیل احمد مصباحی نائب مدیر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور)۔

حضور حافظ ملت کے صوفیانہ احوال: حضور حافظِ ملت نور اللہ مرقدہ نے جب اپنے وطن بھوج پور میں حفظ مکمل فرمالیا تو پانچ برس تک ایک مسجد میں امامت اور درسگاہ میں حفظِ قرآن عظیم پڑھاتے۔ ان دنوں آپ اپنے گھریلو کام بھی محلے کے ہم عمر جوانوں سے زیادہ کرتے۔ اور خاص بات یہ ہے کہ آپ ہر روز ایک قرآن عظیم بھی مکمل پڑھ لیتے تھے۔ روایت تو یہی ہے کہ آپ نے انھیں دنوں نمازِ تہجد بھی پڑھنا شروع فرمادی تھی۔ پنج وقتہ نمازوں کو پوری پابندی سے باجماعت ادا فرماتے تھے۔ خلافِ شرع امور سے حد درجہ اجتناب فرماتے، یہی حال آپ کا جامعہ نعیمیہ مرادآباد کی تعلیم و تربیت کے دوران بھی رہا اور اجمیر معلیٰ میں ۹؍ سالہ دور تو عشق و عرفان کا جنتی دور تھا۔

آپ حد درجہ عبادت و ریاضت کے پابند تھے، آپ کے نزدیک ہر مخالفت کا جواب کام تھا۔ آپ اکابر و مشائخ کا بے پناہ احترام فرماتے تھے۔ معاصرین سے حد درجہ الفت و محبت فرماتے، اپنے مریدین اور تلامذہ کو بھی ٹوٹ کر چاہتے تھے۔ آپ کی زندگی کا منفرد وصف ہے کہ آپ کبھی کسی سے خفا نہیں ہوئے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ایک باپ بھی اپنی چند اولاد کے درمیان کبھی کبھی محبت کا توازن برقرار رکھنے سے قاصر رہ جاتا ہے، مگر عقیدت و محبت کے ہزاروں سلام ہوں، حضور حافظِ ملت کی بارگاہ میں جنھوں نے ہزاروں ہزار متعلقین اور وابستگان کے درمیان بھی یہ توازن برقرار رکھا کہ کسی کو شکایت پیدا ہونا تو دور کی بات ہے، بلکہ ہر ایک اس جذبۂ اخلاص میں مگن رہتا کہ حضرت سب سے زیادہ ہم ہی سے محبت فرماتے ہیں۔

دوسری طرف آپ کتوں، چڑیوں اور بلیوں سے بھی محبت فرماتے تھے۔ روزانہ چڑیوں کو دانے ڈالنا ان کے لیے پانی بھر کے رکھنا آپ کا معمول تھا، کون نہیں جانتا جس گھر میں کثیر چڑیاں آئیں جائیں وہ یقیناً بیٹ بھی کریں گی، مگر ان باتوں سے آپ کو کوئی گھبراہٹ نہیں ہوتی، بلکہ جب لمبے سفر پر جاتے تو آپ زیادہ دانوں کا انتظام فرماکر جاتے تھے۔ یہی حال محلے کے کتوں کا بھی تھا، جب آپ درس گاہ یا کسی بیرونی مقام سے تشریف لاتے تو دو چار کتے آپ کے پیچھے آجاتے، اگر کوئی دوسرا شخص ان کتوں کو بھگانا چاہتا تو اسے آپ روک دیتے، جب آپ دروازہ کھولتے تو کتے سکون سے بیٹھ جاتے۔ آپ کھانا کھانے کے بعد ان کو ان کا حصہ عطا فرمادیتے۔ عام طور پر یہی سلوک بلیوں کے ساتھ بھی ہوتا۔

مہمانوں کی خاطر نوازی بھی آپ کی بہت مشہور ہے۔ کبھی کبھی وہی چادر بچھا دیتے جس کو اوڑھے ہوتے تھے، خود سے چائے بنانا، شربت بنانا اور دسترخوان پر کھانا لگانا تو آپ کا معمول تھا۔

ڈاکٹر عبدالمجید خاں مرحوم صدر جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرام پور نے تحریر فرمایا:

”شدید بیماری کے دنوں میں نقاہت اتنی زیادہ تھی کہ ہم لوگ پریشان رہتے، مگر عین نماز کے وقت اٹھ کر بیٹھ جاتے اور وضو کر کے نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے، ہم لوگ پیچھے کھڑے رہتے تاکہ بوقت ضرورت سنبھالا جا سکے، لیکن رات کا عالم یہ ہوتا کہ ہم لوگوں کو بہ اصرار بھیج دیتے، جب مکمل سناٹا چھا جاتا، عبادت میں مصروف ہو جاتے۔ ایک روز دن کی حالت سے مجھے زیادہ پریشانی تھی۔ ایک بجے رات میں حاضر ہوا، چارپائی پر بیٹھے ضرب لگا رہے تھے، میری زبان سے نکلا۔ حضرت...... فرمایا: آپ چلیے آرام کیجیے، میں ٹھیک ہوں۔“ (ماہ نامہ اشرفیہ، حافظ ملت نمبر، ص:۴۶۸)

ڈاکٹر عبدالمجید عزیزی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ آنکھ کے آپریشن کے وقت آنکھ کے گرد کئی انجکشن لگائے جاتے ہیں، جس سے مریض تڑپ جاتا ہے، مگر آپ کو بے ہوشی کا انجکشن بھی نہیں لگایا تھا، آپ کو بھی اس طرح کے متعدد انجکشن لگے لیکن بالکل مطمئن رہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جسم کے ہر حصے پر مکمل قابو دے دیا تھا کوئی غیر مرئی طاقت ہے کہ جو نازک حصے کی تکلیف پر بھی اف نہیں کرنے دیتی۔

شب و روز کی مصروفیات: الحاج محمد حسین مبارک پوری مرحوم خازن جامعہ اشرفیہ لکھتے ہیں:

”حضرت اپنے محلے کی مسجد میں پابندیٔ وقت کے ساتھ باجماعت نماز پڑھتے، وقت کی پابندی کرنے میں میں نے ان جیسا نہیں دیکھا، ٹھیک وقت پر نہ صرف مسجد پہنچنا ان کی عادت تھی بلکہ ہر کام اپنے وقت ہی پر کرتے تھے، تعلیم کے پورے وقت میں اپنی ذمہ داری کو حسن و خوبی سے ادا کرتے تھے، چھٹی کے بعد قیام گاہ پر لوٹتے تھے، کھانا کھا کر تھوڑی دیر قیلولہ ضرور کرتے تھے، قیلولہ کا وقت ہمیشہ یکساں رہتا، چاہے ایک وقت کا مدرسہ ہو یا دونوں وقت کا۔ ظہر کے مقررہ وقت پر بہر حال اٹھ جاتے اور باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد اگر دوسرے وقت کا مدرسہ ہوتا تو مدرسہ چلے جاتے، ورنہ کتابوں کے مطالعہ یا خارجی وقت میں کسی کتاب کا درس دیتے، یا حاجت مندوں کے لیے تعویذ وغیرہ میں صرف کرتے، شروع زمانہ میں عصر کی نماز کے بعد تفریح کے لیے آبادی سے باہر تشریف لے جاتے، علی نگر کے قبرستان سے گزرتے ہوئے اکثر سڑک پر کھڑے ہو کر قبروں پر فاتحہ اور ایصال ثواب کرتے۔

حضور حافظ ملت اپنے ابتدائی دور میں عصر کے بعد تفریح کے عادی ضرور تھے مگر یہ تفریح کا وقت بھی صرف ہوا خوری میں صرف نہ ہوتا تھا، بلکہ عالم یہ ہوتا تھا کہ طلبہ کی جماعت آپ کے ہمراہ ہوتی۔ طلبہ اس تفریح کے اوقات میں بھی آپ سے علمی سوالات کرتے جاتے تھے اور حضرت ان سوالات کے جوابات دیتے جاتے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھاتے اور کھانا کھا کر اپنے آنگن میں کچھ چہل قدمی فرماتے۔ اگر کسی کی عیادت کے لیے جانا ہوتا تو اس کے لیے اکثر عصر کے بعد ہی کا وقت ہوتا۔ عشا کی نماز کے بعد کتابوں کا مطالعہ کرتے، نصف رات تک باہر نکل کر پرانے مدرسے میں مقیم طلبہ کی دیکھ بھال کرتے رہتے کہ وہ مطالعہ میں مصروف ہیں یا نہیں۔ عموماً گیارہ بجے سو جاتے اور تہجد کے لیے آخری شب میں اٹھتے، تہجد پڑھنے کے بعد بھی کچھ دیر سونا معمول تھا۔ رات میں چاہے کتنا بھی بیدار رہے ہوں، فجر کبھی قضا ہوتے نہ دیکھی گئی۔“ (حافظ ملت نمبر، ص:۳۲۲، ۳۲۳)

گرامی وقار جناب محمد قاسم عزیزی جمشید پوری نے بیان فرمایا کہ حضور حافظ ملت کو جمشید پور سے دھنباد جا کر ٹرین پکڑنی تھی، آپ ایک کار سے روانہ ہوئے، ساتھ میں الحاج عبدالقیوم صاحب، الحاج محمد عزیزی صاحب، جناب محمد حنیف عزیزی صاحب اور جناب ادریس صاحب تھے، کھانے پینے کا سامان ساتھ میں رکھ لیا تھا کہ راستے میں حضرت کو کھلائیں گے، راستے میں ایک مقام چاس موڑ ہے۔ یہاں بڑے بڑے ڈھابے ہیں۔ یہ حضرات کار روکتے ہیں کہ یہاں حضرت حافظ ملت کو کھانا کھلا دیا جائے۔ یہ حضرات جلدی سے اترے، سامنے ٹیبل پر دو تین غیر مسلم چائے وغیرہ پی رہے تھے، ان حضرات نے انھیں ٹیبل سے ہٹنے کو کہا اور حضرت سے تشریف رکھنے کے لیے عرض کیا، حضرت کو ان حضرات کا یہ کام ناگوار گزرا، آپ نے اپنے رومال کو جو ساتھ میں رکھتے تھے، اسے زمین پر بچھا کر بیٹھ گئے اور ان حضرات سے غصے میں فرمایا: مجھ فقیر کے لیے آپ لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو تکلیف دے رہے ہیں، یہ بالکل غلط ہے۔ اتنا سننا تھا کہ وہ ہندو جو ٹیبل سے اٹھ گئے تھے، حضرت کے قریب آئے اور ہاتھ جوڑ کر حضرت کو سلام کیا اور کہا ہم لوگ اپنی خوشی سے چاہتے ہیں کہ بابا آپ اوپر بیٹھ جائیں، ان کے کہنے پر حضرت اٹھ کر ٹیبل پر بیٹھ گئے اور کھانا تناول فرمایا اور سارے لوگ حضرت کی خاکساری دیکھتے رہ گئے۔ (تلخیص از: حافظ ملت اور جمشید پور، ص:۲۰، ۲۱)

حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز بلا شبہہ بلند اوصاف و کمالات کے جامع تھے، آپ کی پوری زندگی علم و عرفان سے لبریز تھی، آپ علوم و فنون کے مرقع جمیل تھے، آپ کا وجود عشق الٰہی اور محبت رسول ﷺ سے سرشار رہتا تھا۔ اس موضوع پر لکھنے کے لیے ابھی بہت کچھ ہے، جو ان شاء اللہ کبھی بعد میں تحریر کیا جائے گا۔

مولا تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں ان کے نقوشِ قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم. ☆☆☆

تحقیق کے اصول

نازیہ عبدالستار

کسی بھی تحقیق کے اصول درج ذیل پہلوؤں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

1۔ موضوع کا انتخاب:

موضوع کے انتخاب اور اس کے درست تعین کو ”نصف کامیابی“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں محقق کو رہنمائی کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ضروری ہے کہ ایسے موضوع کا انتخاب کیا جائے جس کی طرف قلبی میلان ہو یا اس موضوع پر پہلے سے مفید مواد موجود ہو۔

درج ذیل مثال میں ”وسیع تر“ موضوع کو ”محدود تر“ موضوع میں تبدیل کر کے بیان کیا گیا ہے۔

مملکت سعودیہ میں طلبہ کو درپیش مشکلات (دیگر ممالک سے قطع نظر) موضوع کا انتخاب ایسے شخص کے مشورہ سے کیا جائے جو تحقیق کی اہمیت، اس کی جدت وعمدگی اور معیاری تحقیق کی ممکنہ مدت سے خوب واقف ہو تاکہ پورے انہماک اور دل جمعی سے موضوع پر کام کیا جا سکے۔

2۔ عنوان سازی:

عنوان کم سے کم کلمات پر مشتمل ہو۔ جس سے موضوع کی باریکیاں جھلکتی ہوں، دلکش، انوکھا اور جاذبِ نظر ہو کہ قاری کو اول تا آخر پورا مضمون پڑھتے چلے جانے پر مجبور کر دے۔ ذیل میں چند ایسے عنوان دیے گئے ہیں جو پوری تحریر پڑھنے پر ابھارتے ہیں۔

1۔ اس ایک سحر کا انتظار　　2۔ عسکریت پسند کون؟

3۔ گنگا سے زم زم تک

عنوان میں بے جا تکلف اور مبالغہ آرائی کسی طور پر مناسب نہیں، خصوصاً علمی تحقیق میں اس سے گریز کرنا بہت ضروری ہے۔

3۔ تحقیق کا خاکہ تیار کرنا:

موضوع کے انتخاب کے بعد متعلقہ مواد کا سرسری مطالعہ کیا جائے تاکہ فصول، ابواب اور مرکزی عنوانات قائم کر کے ایک خاکہ تیار کیا جا سکے۔ تحقیق کو تکمیل کی منزل سے ہمکنار کرنا ہے۔ اس لیے اس کے اندر اتنی کشادگی ہونی چاہیے کہ عمیق مطالعہ اور ٹھوس معلومات کے بعد ظاہر ہونے والے اضافہ جات اور ترامیم کو اپنے اندر سمو سکے۔

4۔ معلومات جمع کرنے اور فائل بندی کا طریقہ:

معلومات جمع کرنے کا مرحلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ تحقیق خواہ کسی قسم کی بھی ہو۔ اس کی ابتدا کتب خانہ سے کی جائے اور مواد کو محفوظ کرنے کے لئے فائل بندی کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ فائل بندی کے لئے مواد کو ابواب، فصول، مرکزی عنوانات اور ذیلی عنوانات کے اعتبار سے مختلف حصوں میں تقسیم کر دیں، اس کے بعد فائل کے کاغذ سے نسبتاً موٹا کاغذ لے کر تیر کے مشابہ ٹکڑے بنائیں اور فائل میں بنائے گئے حصوں کے نام لکھ کر فائل میں رکھ دیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہر موضوع سے متعلق معلومات کو فائل میں اس کی مقررہ جگہ پر رکھنا آسان ہوگا۔

دوران مطالعہ جمع کردہ معلومات سے متعلق ہر اہم چیز کو فائل میں موجود اس کے خاص حصے میں موضوع کے تحت درج کر لینا چاہیے۔ اس کے ساتھ کتاب اور مؤلف کا نام جلد وصفحہ نمبر، اشاعت نمبر اور تاریخ اشاعت کے ساتھ آخر میں یہ بھی نوٹ کر لیا جائے کہ اسے یہ ماخذ کہاں سے دستیاب ہوا اور جن کتب سے استفادہ کر چکے ہیں ان کی ایک فہرست دی جائے۔

معلومات جمع کرتے وقت درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

1۔ جو چیز بھی دیکھیں گہری نگاہ سے اس کا مطالعہ کریں۔

2۔ تحقیق کے لئے معلومات جمع کرنے کا آغاز بنیادی آخذ سے کریں مگر ثانوی ماخذ اور ایسی جدید کتب جو اہم تعلیمات اور موازنے پر مشتمل ہوں، ان کو بھی مطالعہ میں رکھیں۔

3۔ معلومات جمع کرتے وقت کتابیات کی فہرست ضرور پڑھنی چاہیے تاکہ ایسے ماخذ اور مراجع سامنے آسکیں جو اس سے پہلے معلوم نہ تھے۔

4۔ محقق کے لیے ضروری ہے کہ ذکاوتِ حس کا مالک ہو تاکہ اپنی تحقیق سے متعلق مضامین کو پورے انہماک سے پڑھے، غیر متعلقہ

اجزا سے صرفِ نظر کرے، اپنے مخصوص افکار کی تلاش کے لیے سطروں پر نگاہ دوڑائیے، بین السطور فکر پر نظر مرتکز کرے اور مصنف کے ذکر کردہ افکار و نظریات کا خلاصہ اور نچوڑ نکال لے۔

5۔ اگر کسی خاص باب سے متعلق معلومات جمع کرتے وقت کسی دوسری فائل کی اہم معلومات سامنے آجائیں تو اسے غنیمت جان کر فوراً متعلقہ فائل میں اس کی مقررہ جگہ پر درج کر لینا چاہیے۔ لیکن اگر تسلسل مضمون کے منقطع ہونے کا اندیشہ ہو تو کم از کم ان معلومات کا اجمالی عنوان اور صفحہ نمبر ہی اختصار کے ساتھ محفوظ کر لینا چاہیے۔

6۔ صفحہ کی ایک جانب لکھنا اور دوسری جانب کو خالی چھوڑ دینا چاہیے تاکہ ان الفاظ کو جو بعد میں سامنے آئیں لکھا جا سکے۔

7۔ اگر صفحہ پر درج کیے جانے والے افکار و نظریات گنجائش سے زائد ہوں تو اس کے ساتھ ایک نیا صفحہ لگا کر پن لگا دی جائے۔ دونوں صفحوں پر پہلا صفحہ لکھ دیا جائے، تاکہ جدا ہونے کی صورت میں تلاش کرنے میں آسانی ہو۔

8۔ کتابوں سے اخذ کردہ اقتباسات اور اپنے غور و فکر کا حاصل جسے تعلیقات کہتے ہیں کے درمیان امتیاز کے لیے اقتباسات کو علامات تحدید (" ") کے درمیان لکھے یا تعلیقات کو یوں ہی چھوڑ دے۔

9۔ تحقیق نگار کے لیے ضروری ہے کہ ایک چھوٹی نوٹ بک ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے جب بھی کوئی نئی فکر یا نظریہ ذہن میں آئے تو فوراً محفوظ کر لے۔

10۔ گاہے بگاہے فائل کی ورق گردانی کرتے رہنا چاہیے تاکہ جو نوشتہ مواد جمع ہو چکا ہے وہ ذہن نشین رہے اور وہ معلومات جو ایک بار ضبط تحریر میں لائی جا چکی ہیں کسی دوسری کتاب میں دیکھ کر دوبارہ درج کرنے میں وقت اور محنت ضائع نہ ہو۔

6۔ مسودہ کی ترتیب و تدوین:

جب اس امر کا یقین ہو جائے کہ بقدر کفایت معلومات کا ذخیرہ جمع ہو چکا ہے تو مسودہ لکھنا شروع کر دینا چاہیے: لکھتے وقت اس ترتیب کا خیال رکھا جائے کہ مرکزی عنوانات کے تحت ذیلی عنوانات قائم کیے جائیں۔

1۔ تلخیص کا طریقہ:

کسی بھی موضوع کی تلخیص یا اختصار مؤلف کی مراد کو اچھی طرح سمجھ کر کرنا چاہیے۔ بعد ازاں تلخیص کا اصل متن سے تقابل کر کے معانی اور فکر کی باہم مطابقت کو یقینی بنانا اہمیت کا حامل ہے۔

2۔ مقدمہ:

تحقیق کا اجمالی خاکہ مقدمہ کہلاتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مقدمہ ایسی جامع عبارت اور دل آویز اسلوب میں لکھا جائے کہ جو قاری کو پوری طرح اپنی گرفت میں رکھے اور اسے پیش کردہ تحریری مواد پڑھنے پر آمادہ کر دے۔ ہر باب سے پہلے مقدمہ تحریر کیا جائے، اس میں آنے والی معلومات کو پیش کرنے کی ترتیب کا ذکر ہو اور اس خاکہ کی وضاحت ہو جس کے مطابق تحقیق نگار اپنی تحقیق کو خاص نہج کی طرف موڑنا چاہتا ہے۔

3۔ خلاصہ تحقیق:

خلاصہ افکار و نظریات کا نچوڑ اور ان نتائج کا بیان ہوتا ہے جن تک محقق نے رسائی حاصل کی ہوتی ہے۔ لہٰذا ہر باب کے اختتام پر اہم معلومات کا خلاصہ یا جائزہ پیش کیا جائے۔

5۔ ضمائر متکلم سے گریز:

ایسی عبارت سے اجتناب کیا جائے جن سے بڑکپن اپنی ذات کے اظہار کا تاثر ملے جیسے "میرا یہ نظریہ ہے" "میں اس نتیجے پر پہنچا" سے بچا جائے۔

6۔ فخر و غرور سے اجتناب:

ایسے کام سے بچا جائے جس سے اپنے عمل، ذات، محنت اور تحقیق کی راہ میں مشکلات کے بارے میں مبالغہ آرائی کا تاثر ہو بلکہ یوں بیان کیا جائے "مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی" یا "پہلے جو کچھ ذکر ہو چکا اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔"

7۔ فنی اصطلاحات کا استعمال:

فنی اصطلاحات سے تحقیق میں قوت اور جان پیدا ہوتی ہے۔ ان کا برمحل استعمال عبارت کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ تحقیق کو فصیح زبان میں املاء و لغت کے قواعد کی رعایت کے ساتھ ضبط تحریر میں لایا جائے۔

8۔ ذاتی رائے میں پختگی:

تحریر میں اپنی رائے پر کہیں بھی تذبذب اور بے یقینی کی کیفیت ظاہر نہ ہونے پائے۔

9۔ طوالت سے پرہیز:

عبارت میں کفایت لفظی فصاحت و بلاغت کی روح ہے۔ اگر کوئی مفہوم پانچ الفاظ میں بیان ہو سکے تو اسے چھ یا اس سے زائد میں بیان کرنے سے پرہیز کیا جائے۔ فعل، فاعل، مبتدا، شرط، جزا، میں طویل فاصلے سے احتراز کیا جائے۔

10۔ دلائل کی ترتیب:

کسی رائے کی تائید میں استدلال کا آغاز نسبتاً کمزور دلائل سے بتدریج قوی سے قوی تر کی طرف بڑھنا چاہیے۔

11۔ نقل کو اصل کی طرف منسوب کرنے سے گریز:

ایسے ماخذ سے استدلال جو خود کسی دوسرے ماخذ سے نقل کیا گیا ہو، اسے اصل ماخذ کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہیے۔ اگر اصل ماخذ تک رسائی ممکن نہ ہو تو اقتباس کردہ عبارت کو علامات تحدید کے درمیان قوسین میں لکھ دیا جائے، جیسے:

فلاں مؤلف نے اپنی فلاں کتاب کے فلاں صفحہ پر یہ " " اقتباس نقل کیا ہے۔

12۔ ربط کا خیال رکھنا:

جس چیز کا اقتباس مکمل نقل ہو چکا ہو، اس کے درمیان اور اس کے اگلے پچھلے اجزا کے درمیان ربط کو ملحوظ رکھا جانا چاہیے۔ لہٰذا بہتر ہو گا کہ ایک تمہید باندھ کر اقتباس کردہ افکار کا موضوع سے ربط اور اس کی اہمیت بیان کر دی جائے۔

13۔ نقل میں احتیاط:

اقتباس کا متن نقل کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ ایک ایک لفظ کو بغیر کسی ترمیم کے نقل کیا جائے۔ اگر اقتباس میں کسی قسم کی غلطی ہو تو قاری کو لکھ کر آگاہ کیا جائے کہ یہ غلطی اصل کتاب کی ہے اور اس کے بعد قوسین میں لکھ دے (اصل کتاب میں اس طرح ہے)

14۔ علمی القاب و خطابات سے گریز:

تحقیق میں شخصیات کا حوالہ دیتے ہوئے بہتر ہے کہ ان کے علمی القاب اور عہدے و خطابات کا ذکر نہ کیا جائے سوائے اس کے کہ موقع کی مناسبت سے اس کی ضرورت ہو۔

اعداد لکھنے کا طریقہ کار:

1۔ گھنٹے بائیں طرف اور منٹ دائیں جانب لکھے جائیں اور دونوں کے درمیان دو نقطے بھی ہوں گے۔

2۔ تاریخ کے کسی خاص دور کو بیان کرتے وقت اعداد کو حروف میں لکھا جائے گا جیسے ستر کی دہائی وغیرہ۔

3۔ صدی کے اعداد کو حروف میں لکھا جائے گا جیسے: چودھویں صدی۔

4۔ ایسے اعداد جو جملے میں یکے بعد دیگر آئیں اور ان کا آپس میں کوئی تعلق بھی نہ ہو۔ تو ان کے درمیان سکتہ (،) آئے گا۔ جیسے آسمانی آفت کے متاثرین جن کی تعداد ۱۵۰،۱۰۶، ان میں سے تین بچ سکے۔

علاماتِ ترقیم:

علاماتِ ترقیم درج ذیل ہیں :

1۔ وقف کامل (۔) جو بامعنی جملہ مکمل ہو جائے اور اس کے بعد آنے والے جملے میں ایک نئے معنی کا آغاز ہو رہا ہو تو اس کے آخر میں وقف کامل (۔) لگایا جاتا ہے جیسے: اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔

2۔ سکتہ (،) (الف) چھوٹے چھوٹے جملوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے جن کے مجموعے سے کلام مکمل ہوتا ہے، جیسے:

اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، کافروں کے خلاف ان کی مدد کرتا ہے اور انہیں فتح عطا فرماتا ہے۔

(ب) ایک ہی چیز کے متعدّد اقسام کے درمیان فرق کرنے کے لئے، جیسے:

کلمہ کی تین اقسام ہیں: اسم، فعل، حرف

(ج) ایک ہی جملے میں آنے والی اشیاء کے درمیان، جیسے: کاغذ، قلم اور دوات لے کر آؤ۔

(د) سابقہ سوال کے جواب میں "ہاں" یا "نہیں" کے بعد جیسے خالد نے کہا: کیا آپ مطمئن ہیں؟ محمود نے جواب دیا: ہاں، میں مطمئن ہوں۔

(ھ) چھوٹے چھوٹے مرکبات کے درمیان، جیسے:

اخلاصِ نیت، عزم مصمم، جہد مسلسل اور امیر کی اطاعت ہی مجاہد کی زندگی کا سرمایہ ہے۔

3۔ علامت شعر (ؔ) یہ علامت عبارت میں شعر لکھنے سے پہلے لگائی جاتی ہے، جیسے:

ؔ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

4۔ علامت مصرع (ع) یہ علامت عبارت میں کسی مصرع کے درج کرنے سے پہلے بنائی جاتی ہے، جیسے :

ع۔ سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا

5۔ دو نقطے (:) (الف) متکلّم اور اس کے کلام کے درمیان دو نقطے لگائے جاتے ہیں، جیسے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“

(ب) کسی چیز کی وضاحت اور تفصیل بیان کرتے وقت، جیسے: روزے کے کئی فوائد ہیں: روزہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے اور جسمانی تندرستی کے لیے مفید ہے۔

(ج) کسی قاعدے کی وضاحت کے لیے مثال پیش کرتے وقت، جیسے: فاعل ہمیشہ مرفوع ہوتا ہے: ضَرَبَ زیدٌ

6۔ علامتِ استفہام (؟) یہ علامت ہمیشہ سوال کے آخر میں آتی ہے، جیسے: کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں ؟

7۔ علامت تعیین (” “) یہ علامت اقتباس کے آغاز اور اختتام پر لگائی جاتی ہے، جیسے: حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو ”سیف اللہ“ کے لقب سے نوازا۔

8۔ علامتِ حذف (...) یہ تین نقطوں کی شکل میں ہوتی ہے، اسے کلام کی ابتدا یا انتہا دونوں جگہ کلام کو حذف کرنے کے لئے لگایا جاتا ہے، جیسے:

حضور نبی اکرم ﷺ نے جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی سے ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”... خبردار! جھوٹی بات سے بچو، خبردار! جھوٹی بات سے بچو...“

9۔ علامت تعجب (!) یہ علامت کسی خاص حالت و کیفیت یا اظہارِ تعجب کے موقع پر استعمال کی جاتی ہے، جیسے:

☆ اس نے زور سے چیختے ہوئے کہا: ہائے افسوس! کفر پر مرنا کیا ہی برا انجام ہے!

10۔ قوسین ( ) یہ علامت اضافی امور پر آتی ہے جو عبارت اور کلام میں مقصود نہیں ہوتے جیسے: شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ (شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے فرزند) اپنے زمانے کے جید علما میں سے تھے۔

11۔ مربع قوسین [ ] یہ علامت ان وضاحتی جملوں میں استعمال ہوتی ہے جو ناقل اپنی طرف سے لکھ رہا ہو، تاکہ متن اور ناقل کے وضاحتی الفاظ کے درمیان امتیاز ہو سکے۔

حوالہ جات درج کرنے کا طریقہ:

حوالہ لکھنے سے پہلے متن میں درج اقتباس کے اختتام پر قوسین کے درمیان نمبر لکھا جائے گا (۱)، (۲) اس کے بعد حاشیہ میں یہی نمبر لکھ کر اس ماخذ اور کتاب کا نام لکھا جائے گا۔

2۔ اگر ایک کتاب کا حوالہ دوبارہ لکھنے کی ضرورت پیش آجائے اور یہ دوسرا حوالہ پہلے حوالے کے متّصل بعد واقع ہو اور اقتباس بھی اپنی صفحات سے ہو تو اس صورت میں ایضاً لکھ دینا کافی ہے۔

کسی آیت مبارکہ کے حوالے دینے کے لئے قوسین کے درمیان پہلے سورت کا نام، اس کے بعد سکتہ اور پھر آیت کا نمبر درج کیا جائے گا۔ (البقرہ، ۲: ۱۵)

حدیث مبارکہ کا حوالہ لکھنے سے پہلے، مؤلف کا نام (ترمذی) کتاب کا نام (السنن) حصہ کا نام (کتاب الطہارہ) باب کا نام (باب المسح علی الخفین) کتاب کا نمبر اور صفحہ نمبر اور رقم، جیسے :

(ترمذی، جامع الصحیح، کتاب الطہارہ، باب المسح علی الخفین، ۱: ۱۲۱، رقم: ۱۲)

فہرست کتابیات میں ماخذ درج کرنا:

فہرست کتابیات میں صرف ان بنیادی ماخذ و مراجع کے نام درج کیے جائیں جس سے عملی طور پر مدد حاصل کی ہے۔ اگر مقالے میں قرآن کریم کی کوئی آیت درج کی گئی ہے تو فہرست کتابیات میں سب سے پہلے قرآن حکیم کا ذکر کیا جائے گا۔

مؤلف کا نام اور اس کے والد کا نام لکھ کر سکتہ، کتاب کا نام جلی کر کے سنِ وصال اور پیدائش یا علیحدہ رسم الخط میں لکھا جائے گا اور پھر طباعت اور طباعت کا سن لکھا جائے گا۔

☆☆☆

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے

ماں اگر سنی ہے تو دو ماہ کے بچے کی نمازِ جنازہ؟

ہندہ سنی کی بیٹی ہے، اس کا نکاح وہابی غیر مقلد سے ہوا، جس سے ایک بچہ پیدا ہوا، ایک ہی دو مہینہ کے بعد انتقال کر گیا، آیا سنی مولوی اس بچے کا جنازہ پڑھے گا یا نہیں؟ مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں بچہ ماں کے تابع ہے کہ وہ خیر الابوین ہے، لہٰذا اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خسر نے اگر اپنی بہو کے پستان کی جانب ہاتھ بڑھایا

ہندہ جو ایک شادی شدہ لڑکی ہے، اپنے میکے رہ رہی ہے، وہ اپنی ضرورت کے کام میں مصروف تھی، یعنی لوم چلا رہی تھی کہ اتنے میں اس کے خسر نے آکر اس لڑکی یعنی اپنی بہو کی پستان کی طرف بے جا حرکت کی نیت سے ہاتھ بڑھایا، لیکن معاملہ یہیں تک رہا۔ اب سب گھر والوں نے مل کر اس لڑکی سے معافی طلب کی اور لڑکی کے شوہر نے بھی اس بات کا اقرار کیا، لیکن پھر ایک دن کے بعد اس نے ترش انداز میں بولا یہ بات بالکل غلط ہے جو تو کہہ رہی ہے، میرا باپ اس گھنونی حرکت سے بری ہے۔

حاصلِ مسئلہ یہ ہے کہ کیا سسر کا بہو کے ساتھ اس طرح سے نازیبا حرکت کرنے سے سسر پر حکمِ شرع کیا عائد ہوتا ہے اور کیا لڑکی کی اپنے شوہر سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ قرآن و حدیث سے جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب

اگر واقعہ اتنا ہی ہو کہ ”خسر نے اپنی بہو کی پستان کی طرف بے جا حرکت کی نیت سے ہاتھ بڑھایا“ مگر پستان کو پکڑ نہ سکا تو بہو شوہر پر حرام نہ ہوئی، وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہے۔ مگر خسر کی یہ حرکت بہت ہی قبیح ہے اور باعثِ ننگ و عار۔ وہ اس حرکتِ بد سے مسلمانوں کے سامنے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بدمذہبوں سے مسجد کا پلاٹ خریدنا مباح

ہم بدمذہبوں کے شہر میں ایک مسجد (مدنی مرکز) بنانا چاہتے ہیں، سوسائٹی میں اکثر پلاٹس (زمین) دیوبندیوں کے ہیں یا رافضی بوہروں کے ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں ان سے پلاٹس خریدنا کیسا ہے؟ حکمِ شرع بیان فرما کر رہنمائی فرمائیں۔

الجواب

ان بدمذہبوں میں جو لوگ عوام الناس سے ہوں، جنھیں اپنے مذہب کے کفری عقائد و احکام کا علم نہ ہو، ان سے پلاٹ خرید سکتے ہیں، بلکہ ایسے عوام کی اصلاح کی کوشش بھی ہونی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عمرہ کے کپڑے کو کفن بنانا

حضرت! کیا عمرہ کا کپڑا کفن بنا سکتے ہیں؟

الجواب

بنا سکتے ہیں، جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نئے سال کی مبارک باد دینا کیسا ہے؟

حضور میں آپ سے یہ مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج کل جو لوگ ہیپی نیو ایئر (Happy New Year) کہتے ہیں، ہیپی نیو ایئر کہنا کیسا ہے؟ اور اگر کوئی شخص فیس بک یا واٹس ایپ پر کسی کو ہیپی نیو ایئر کہتا ہے تو کیا ہیپی نیو ایئر کہنا کوئی گناہ ہے اور اگر گناہ نہیں ہے تو کیا حدیث و قرآن سے ثابت ہے کہ ہم نئے سال کی مبارک باد کسی کو دے سکتے ہیں؟

الجواب

نئے سال کی مبارک باد دینے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ یہ سال آپ کے لیے مبارک رہے، خیر سے گزرے، یہ جائز ہے کہ دعائے خیر ہے۔ ہاں اگر کوئی انگریزوں کے بنائے ہوئے ماہ و سال کی تعظیم کے لیے

صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

کہے تو مکروہ ہے، مگر عام طور پر مسلمان یہ نیت نہیں رکھتے، بلکہ ان کا مقصد دعائے خیر ہوتا ہے، اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

لپ اسٹک لگانے کا حکم

حضور میرا سوال ہے کہ عورتوں کو لپ اسٹک لگانا کیسا ہے؟ کیا یہ شرعی طور سے حرام و گناہ ہے یا پھر اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

لپ اسٹک لگانا جائز ہے، سنا ہے کہ اس میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے، اس لیے بچنا بہتر ہے اور تحقیق سے یہ آمیزش ثابت ہو جائے تو اس کا استعمال حرام و گناہ ہے۔

جائز یا خلافِ اولیٰ ہونے کی صورت میں بھی یہ فرض ہے کہ جنبی اور بے وضو عورت غسل اور وضو کے وقت اسے اچھی طرح چھڑا کر ہونٹ کو صاف کر لیں ورنہ وضو ہوگا نہ غسل، کیوں کہ لپ اسٹک سے ہونٹ پر تہ جم جاتی ہے، جس کے باعث وہاں پر پانی نہیں پہنچے گا تو وہ پاک بھی نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میاں بیوی میں دو یا تین طلاق کا اختلاف

حضور میرا سوال یہ ہے کہ لڑکی کو لڑکے نے طلاق دے دی، اس وقت جب طلاق دے چکا تو لڑکا کہتا ہے کہ میں نے ۲/ طلاق دی ہے جب کہ لڑکی کہتی ہے کہ تم نے تین طلاق دی ہے، مفتی صاحب! کیا طلاق ہوگئی؟

الجواب

شوہر کے اقرار کے مطابق اس کی بیوی پر دو طلاقیں ضرور واقع ہوگئیں، لیکن عورت جب تین طلاق کا دعویٰ کرتی ہے تو اسے مرد کے ساتھ رہنا حلال نہیں۔ وہ عدت گزار کر جہاں چاہے نکاح کر لے اور مرد رجعت نہ کرے، حل کی راہ یہی ہے۔

شوہر کی منی عورت کے رحم میں کسی آلہ سے داخل کرنا

حضور آج کل جو بچہ پیدا کرنے کا نیا سسٹم ہاسپٹلوں میں چل رہا ہے، یعنی شوہر کی منی بیوی کی بچہ دانی میں کسی آلہ سے داخل کروا کر حمل ٹھہرایا جاتا ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ جواب کی سخت ضرورت ہے، عنایت فرما کر کرم فرمائیں۔

الجواب

اگر یہ عمل خود شوہر یا بیوی کرے تو حلال اور اجنبی ڈاکٹر مرد یا عورت کرے تو حرام اور بچہ بہر حال ثابت النسب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وہابی کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم

وہابی کے جنازے کی نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

وہابی رسول اللہ ﷺ اور اولیاء اللہ کے گستاخ کو کہتے ہیں اور ایسے گستاخ کی نمازِ جنازہ دانستہ پڑھنا باعث کفر ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے دعا کرنے کا حکم شرعی

حضور کوئی یہ کہے کہ دعا کرو رسول اللہ ﷺ قبول کر لیں گے تو اس کا کیا حکم ہے؟، اسے کیا سمجھنا چاہیے، میری راہ نمائی فرمائیں۔

الجواب

دعا اللہ قبول کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سفارش سے اللہ ضرور قبول فرماتا ہے۔ دعا کا معنیٰ ہے مانگنا اور اللہ سے مانگنے کو دعا کہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے مانگنے کو استغاثہ اور مدد چاہنا۔ قائل کی مراد یہ ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مانگو تمھاری مراد پوری ہو سکتی ہے۔

مختصر یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے دعا کا لفظ نہیں بولنا چاہیے، بلکہ مانگنے کا لفظ بولنا چاہیے۔ قائل آئندہ احتیاط کرے۔

کیا بدمذہب کو سنیوں کے قبرستان میں دفن کر سکتے ہیں؟

حضرت آپ کی بارگاہ میں میرا ایک سوال ہے کہ کیا بدمذہب کو سنیوں کے قبرستان میں دفن کر سکتے ہیں، جب کہ وہاں سنیوں کی تعداد زیادہ ہو اور بدمذہبوں کا کام نیا نیا ہو تو وہ ان کی میت کو لے کر سنیوں کے قبرستان میں آئے تو کیا ان کو سنیوں کے قبرستان میں دفن ہونے کی اجازت دے سکتے ہیں؟

الجواب

بدمذہبوں کی بدمذہبی اگر کفر کی حد میں داخل ہو چکی ہو اور قبرستان خالص اہلِ حق اہلِ سنت و جماعت کا ہو تو اس کی تدفین کا شرعاً استحقاق نہیں۔ بدمذہب اپنا انتظام الگ کر لیں۔ ہاں اگر قبرستان مخلوط ہے تو وہ اپنے حصے میں جو چاہیں کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ☆☆

خطبۂ صدارت بحر العلوم فرنگی محلی سیمینار

منعقدہ: پپرا کنک، ضلع کشی نگر، یوپی

بتاریخ: ۳؍ جمادی الاولی ۱۴۳۸ھ/ یکم فروری ۲۰۱۷ء، چہار شنبہ

از: مولانا محمد احمد مصباحی، ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداو مصلّیاو مسلّما

خانوادۂ فرنگی محل غیر منقسم ہندوستان کا وہ علمی مرکز ہے جس کا فیضان پورے ملک پر ضیاباررہا ہے اور دیگر ممالک کے افراد بھی اس سے اکتساب نور کرتے آئے ہیں۔ اپنے طرز تدریس، انداز تحقیق اور پر مغز تصانیف سے اس خانوادے نے پوری علمی دنیا کو متاثر کیا ہے۔

اسی خانوادے کے ایک فرد فرید، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ، مجمع شریعت و طریقت، بحر العلوم علامہ عبد العلی محمد (۱۱۴۲ھ — ۱۲۲۵ھ) ابن علامہ نظام الدین محمد (۱۰۸۹ھ — ۱۱۶۱ھ) علیہما الرحمہ ہیں، جن کی درس گاہ علم سے بڑے بڑے فضلاے روزگار پیدا ہوئے اور جن کے قلمی فیضان سے ایک عالم سیراب ہوا۔

اسی ذات گرامی کی نسبت سے آج ۳؍ جُمادی الاولی ۱۴۳۸ھ مطابق یکم فروری ۲۰۱۷ء چہار شنبہ کو "پپرا کنک" کی سرزمین پر یہ سیمینار منعقد ہو رہا ہے، جس کا اہتمام مشرقی یوپی کی ایک سعادت مند خانقاہ (خانقاہ ایوبیہ، پپرا کنک، ضلع کشی نگر) نے کیا ہے، ان شاء اللہ الرحمن اس سیمینار کی علمی و تحقیقی نگارشات مستقبل قریب میں اشاعت پذیر ہو کر شائقین کی ضیافتِ فکر و نظر کا سامان بنیں گی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے "الاجازات المتينة، لعلماء بكة والمدينة" (۱۳۲۴ھ) میں حضرت بحر العلوم تک اپنا سلسلہ اس طرح بیان کیا ہے:

۱- مولانا نقی علی خاں قادری برکاتی ۲- مولانا رضا علی خاں بریلوی ۳- مولانا خلیل الرحمن محمد آبادی ۴- مولانا محمد اعلم سندیلوی ۵- ملک العلما بحر العلوم ابو العیاش عبد العلی محمد لکھنوی علیہم الرحمہ۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے پیر و مرشد، خاتم الاکابر، مولانا شاہ سید آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ اور علامہ فضل رسول بدایونی علیہما الرحمہ کا سلسلۂ تلمذ صرف ایک واسطے سے حضرت بحر العلوم تک پہنچتا ہے۔ ان دونوں حضرات کو مولانا نور الحق فرنگی محلی سے تلمذ تھا، اور مولانا نور الحق اور ان کے والد ماجد مولانا انوار الحق علیہما الرحمہ حضرت بحر العلوم کے شاگرد تھے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی کا سلسلہ بھی بحر العلوم سے اس طرح وابستہ ہے:

۱- مولانا فضل امام خیر آبادی، والد ماجد علامہ فضل حق خیر آبادی
۲- مولانا عبد الواجد خیر آبادی ۳- مولانا محمد اعلم سندیلوی
۴- بحر العلوم فرنگی محلی، علیہم الرحمہ

اس طرح ہم شاگردانِ حافظ ملت مولانا عبد العزیز مرادآبادی شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کا سلسلہ بریلی، مارہرہ اور خیر آباد تینوں وسیلوں سے بحر العلوم تک پہنچتا ہے۔ حافظ ملت کے استاذ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت سے براہ راست اور علامہ فضل حق خیر آبادی سے اپنے استاذ مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری علیہ الرحمہ کے واسطے سے منسلک ہیں۔ اور خاتم الاکابر قدس سرہ سے بواسطۂ اعلیٰ حضرت وابستہ ہیں۔

ابھی سلسلوں کی مزید تفصیل کی گنجائش باقی ہے مگر میں بروقت اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ بحر العلوم کی سندوں کا ذکر ان شاء اللہ آخر میں کروں گا۔

بحر العلوم اور ان کا پورا خاندان اُسی مسلک فکر و اعتقاد سے وابستہ تھا جسے اہل سنت و جماعت کے باعظمت نشان سے پہچانا جاتا ہے۔ شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے جہاں سرزمین ہند کو حدیث رسول کی برکتوں سے سیراب کیا ہے وہیں اپنی تصانیف میں عقائد اہل سنت کو بھی شرح و بسط کے ساتھ برملا بیان کیا ہے۔ خانوادۂ فرنگی محل کا علمی سلسلہ جہاں برکۃ الہند حضرت شیخ محقق سے ملتا ہے وہیں ان کے اعتقاد کا برملا

اظہار بھی حضرت بحر العلوم کے قلم سے تابندہ نظر آتا ہے۔

میں یہاں صرف ایک اقتباس درج کرنا چاہتا ہوں، وہ بھی ایسی کتاب سے جو نہ عقائد وکلام میں ہے، نہ فضائل ومناقب میں، نہ فقہ واحکام میں، بلکہ فن منطق کے معروف رسالہ ”قطبیہ“ پر میر زاہد ہروی کے حواشی کے تحشیہ میں ہے۔

حضرت بحر العلوم خطبہ میں حمد باری، توحید، تنزیہ، انعام اور ارسالِ رُسُل کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

واصطفی من بینهم من بعثه نبیا وآدم بین الروح والجسد* وأرسله رسولا إلى الثقلين فلم يكن مِن آدم ومَن دونه إلا تحت لوائه يوم يحضرون للصمد* وعلّمه علوما بعضها ما احتوى عليه القلم الأعلى، وماستطاع على إحاطتها اللوح الأوفى، لم يلد أُم الدهر مثله من الأزل، ولايلد إلى الأبد* فليس له ممن في السموات والأرض كفوا أحد* سيد الأولين والآخرين، حبيب إلٰه العالمين، هوالذى للمرسلين إمام، وللأنبياء ختام، صاحب الحوض والمقام المحمود، هوكاسمه محمد ومحمود*

اللهم صلّ عليه أفضل الصلوات* وسلِّم عليه اعظم التسليمات* مادام اللوح محفوظا فيه التصورات والتصديقات* وعلى آله الذين فازوا المقام العظيم* بيُمن اتباع سنته وشرعه العميم* وعلى أصحابه الذين هم نجوم الاهتداء * لم يرتض الرب المنان إلاعمن أخذ طريقتهم بالاقتداء* وبذلوا مهجهم لإعلاءِ كلمة الله الغراء* ونشر الشريعة الحنيفية السهلة البيضاء* لاسيما على الخلفاء الراشدين، وأئمة الحق المبين، جُلّ سعيهم في قمع بنيان الجور والطغيان* وإقامة جُدران العدل والإحسان* فآض بجهدهم رِياض الدين زاهرة* وأنوار الإسلام ظاهرة* فنالوا منزلة عظمى ومكانة عليا من منازل العرفان* لم ينلها أحد من أولياء هذه الأمة ، والأمم الماضية في سالف الزمان* وحازوا مقامة رفعى عند الرب الرحيم الرحمٰن* وأفاضوا أسرار العلوم على أسرار العرفاء ذوي الايقان*

اللهم أنزِل عليهم الرضوان* وبَوّءُهم مع الأنبياء في الجنان* وعلى أهل بيته الذين شمروا الذيل لاقتباس أنوار الاهتداء تشميرا* وأراد الله ليذهب عنهم الرجس و يطهرهم تطهيرا*

وعلى من خصّه خالق السموات والأرضين بالمرتبة الكبرىٰ في مشاهدة الإلٰه، ذلك الغوث الأعظم قطب الاقطاب الذي انطقه الحق بأَن قدمي على رقاب كل ولي الله، محي الملة والدين، عليه الرضوان إلى يوم الدين، وعلى جميع أولياء الله الكرام، ذوي البر والتقوى العظام* اللهم ارضَ عنهم وبَوِّءُني في جوارهم*

[حاشیۂ بحر العلوم بر حواشی زاہدیہ، ص:۲، مطبع علوی لکھنؤ طبع جمادی الاولی ۱۲۹۳ھ مطابق جون ۱۸۷۶ء]

اس اقتباس سے عقیدے اور عقیدت کی چند باتیں واضح طور پر دریافت ہوتی ہیں:

(۱)- ہمارے رسول ﷺ رسولوں کے درمیان، خدا کے برگزیدہ اور منتخب ہیں۔

(۲)- انھیں نبوت اس وقت حاصل ہوئی، جب ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام جسم وجان کی درمیانی منزل میں تھے۔

(۳)- سرکار تمام جن وانس کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے، روز قیامت سیدنا آدم علیہ السلام اور دیگر انبیا علیہم السلام سرکار کے جھنڈے تلے ہوں گے۔

(۴)- لوح محفوظ میں ماکان ومایکون کا علم ثبت ہے اور حضور کو ان کے رب نے وہ علوم عطا فرمائے، جن کا ایک حصہ وہ علم ماکان و مایکون ہے جو قلم اعلیٰ سے لوح اَوفیٰ میں درج ہوا۔

[اسی کو امام بوصیری علیہ الرحمۃ نے ”قصیدہ بردہ“ میں ذکر کیا ہے اور شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے اسے ”اشِعّة اللمعات“ میں نقل کیا ہے:

فمن جودك الدنيا و ضرتها
ومن علومك علم اللوح والقلم

سرکار کے لیے علم ماکان و مایکون اوراس سے زیادہ علوم کا حصول حضرت بحر العلوم اور ان کے اسلاف کرام علیہم الرحمہ کے

نزدیک ایک مسلمہ عقیدہ ہے، جس سے انحراف ہندستان میں وہابیت کے قدم آنے کے بعد رونما ہوا۔]

(۵)- رسول اللہ ﷺ کا مثیل ونظیر نہ ماضی میں پیدا ہوا، نہ مستقبل میں کبھی ہوگا، خلق خدا میں کوئی ان کا ہمسر نہیں۔

(۶)- وہ اولین وآخرین کے سردار، رب العالمین کے محبوب، رسولوں کے امام، انبیا کے خاتم، حوض کوثر اور مقام محمود والے، محمّد اور محمود ہیں۔

(۷)- سرکار کی آل پاک، ان کی سنت وطریقت کی پے رَوی کے باعث مقام عظیم پر فائز ہے۔

(۸)- سرکار کے صحابہ ہدایت کے ستارے ہیں- ربّ جلیل کی رضا وخوش نودی صرف انھیں لوگوں کے لیے ہے، جو راہِ صحابہ کی اقتدا کریں۔

(۹) - صحابہ نے دین حق کی سربلندی اور شریعت حقہ کی ترویج واشاعت کے لیے اپنی جانیں قربان کیں۔

(۱۰)- ان میں خلفاے راشدین کو خصوصیت اور امتیاز حاصل ہے، وہ دین حق کے امام وپیشوا ہیں، ان کی تمام تر مساعی اس راہ میں تھیں کہ ظلم وطغیان کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکیں اور عدل واحسان کی دیواریں سربلند کریں، انھیں کی کوششوں سے دین کے گلشن تابناک اور اسلام کے انوار جلوہ فشاں ہوئے۔

(۱۱)- انھیں عرفان کی وہ بلند منزل اور معرفت کا وہ اعلیٰ مقام حاصل تھا، جو نہ اس امت کے اولیا میں سے کسی کو حاصل ہوا، نہ سابقہ امتوں میں سے کسی ولی کو ملا۔ رب جلیل کے یہاں ان کا درجہ نہایت بلند ہے۔

(۱۲)- انھوں نے اپنی معرفت کے اسرار سے سربرآوردہ اہل یقین وعرفان کو سرفراز کیا اور ان کے علم ظاہر کی طرح ان کا علم باطن بھی عارفین امت میں فیض بخش ہوا۔

(۱۳)- صحابہ و اہل بیت رضوان الٰہی اور جنت میں انبیا علیہم السلام کی رفاقت کے قابل ہیں۔

(۱۴)- اہل بیت کرام سرکار کے نور ہدایت سے اقتباس، اور رب کی تطہیرِ کامل سے امتیاز کے حامل ہیں۔

(۱۵)- اہل بیت کے ایک فرد عظیم سرکار غوث اعظم، قطب الاقطاب مشاہدۂ الٰہی کے مرتبۂ کبریٰ سے اختصاص یافتہ ہیں۔

(۱۶)- انھوں نے ”قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ“ (میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے) از خود نہ کہا، بلکہ امر الٰہی کے تحت کہا۔ وہ دین وملت کو حیات بخشنے والے ہیں۔

(۱۷)- وہ عظیم المرتبت قطب الاقطاب اور تمام اولیاء اللہ رضوان الٰہی کے قابل ہیں۔

(۱۸)- تمام اولیا عظمت وکرامت، برّ وتقوی کے حامل ہیں۔

(۱۹)- جملہ اولیا کے لیے رب کی خوشنودی اور اپنے لیے ان کے جوار میں اقامت وقرار مطلوب ہے۔

اس خلاصے کے بعد یہ بتانے کی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ کا عقیدہ رسول کائنات ﷺ کے علوم وکمالات اور فضائل وخصائص سے متعلق کیا تھا، اہل بیت، خلفاے راشدین اور جملہ صحابۂ کرام کے بارے میں ان کا عادلانہ وعارفانہ نظریہ کیا تھا، بارگاہ غوث اعظم اور بارگاہ اولیاے کرام میں ان کی عقیدت کا آبشار کس قدر صاف وشفاف تھا۔ اور آج ان کے سلسلہ تلمذ سے انتساب کا دعویٰ رکھنے والے کتنے لوگ ان کی سیدھی اور صاف وشفاف راہ سے یک سر منحرف ہو چکے ہیں۔

بحر العلوم صرف معقولات ومنقولات کے شناور نہ تھے بلکہ جام طریقت ومعرفت سے بھی سرشار تھے۔ اس سے متعلق آخر میں ایک واقعہ بھی پیش کروں گا جو ان شاء اللہ اُن کے کمالِ معرفت اور بلندی طریقت کی تصدیق کے لیے کافی ہوگا۔

ان کی ژرف نگاہی اور دقیقہ رسی اقران واخلاف میں ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ مجھے امید ہے کہ سیمینار کے اہل قلم کی تحریروں میں اس کے بہت سے شواہد بھی ملیں گے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی ”حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین“ (۱۳۱۳ھ) میں اس کا اظہار کیا ہے۔ اور تین ایسے نکات کا ذکر فرمایا ہے جو کتب قُدَما میں نہ تھے اور قلب امام احمد رضا پر فائض ہوئے۔ پھر بتایا کہ بعد میں بحر العلوم کے رسالہ ارکان اربعہ/رسائل الارکان کا مطالعہ کیا تو دیکھا کہ انھوں نے بہت مختصر الفاظ میں ان نکات کو بیان کر دیا ہے۔

ان نکات کی توضیح وتفصیل کروں تو کئی صفحات درکار ہوں گے، اس لیے قلم انداز کرتا ہوں، مذکورہ رسالہ فتاویٰ رضویہ کتاب الصلاۃ، بیان اوقات میں مندرج ہے، اس کی فصل چہارم میں اہل نظر تفصیلاً ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

کتاب ”رسائل الارکان“ ارکان اربعہ (صلاۃ، صوم، زکاۃ،

حج) کے بیان میں لکھی گئی ہے اس میں مسائل کے ساتھ دلائل، اختلاف مذاہب، فقہ وحدیث کی رُو سے مذہب حنفی کی تائید وتقویت بہت اعلیٰ پیمانے پر نہایت اختصار کے ساتھ مرقوم ہے۔ اسے دیکھنے کے بعد عمادالاسلام شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف کو جو خط لکھا ہے اس میں انھیں "بحرالعلوم" کے خطاب سے یاد کیا ہے، پہلے شاہ صاحب کا خیال یہ تھا کہ فرنگی محل والے صرف معقولات میں کمال رکھتے ہیں۔ اس کتاب کو دیکھنے کے بعد معقول ومنقول دونوں میں علماے فرنگی محل کی مہارت کے معترف ہوگئے اور شاہ صاحب کا دیا ہوا خطاب "بحرالعلوم" اتنا معروف ومشہور ہوا کہ دیگر خطابات "ملک العلما" وغیرہ پر غالب آگیا، بلکہ ان کے عَلَم (عبدالعلی محمد) سے بھی زیادہ رائج ومتداول ہوگیا۔

بحرالعلوم کے دور میں سرزمین ہند نے غیر مقلدیت کا چہرہ نہ دیکھا تھا، البتہ جمع بین الصلاتین میں حنفیہ وشافعیہ کا اختلاف ہے، اس لیے رسائل الارکان میں اس بحث کو بحرالعلوم نے چھیڑا ہے اور صرف دو صفحات (مزید ۳سطور) میں دلائلِ فریقین کا ذکر کرتے ہوئے سیر حاصل اور وافی وشافی کلام کیا ہے جو آج غیر مقلدین کے جواب کے لیے بھی کافی ہے۔ ملاحظہ ہو رسائل الارکان ص:۱۴۶ تا ۱۴۸ مطبوعہ ۱۳۰۹ھ مطبع علوی لکھنؤ۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے زمانے میں غیر مقلدین کے امام میاں جی نذیر حسین دہلوی نے معیار الحق میں حضرات شافعیہ کی تقلید اور ان سے اخذ واستناد کرتے ہوئے "ثبوت جمع" کے لیے بڑے بڑے لمبے دعوے کیے اور بہت سی مذبوحی حرکتیں بھی کیں، ان سب کا کماحقہ محاسبہ "حاجز البحرین" کا خاص حصہ ہے جو امام احمد رضا کی مہارت فقہ ومناظرہ کے ساتھ مہارت حدیث کا بھی منہ بولتا ثبوت ہے۔ راقم نے اس کی ایک تلخیص بھی کی ہے جو "مخالفین تقلید کا ایک جائزہ" (۱۴۳۳ھ) نامی مجموعے میں طلبۂ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

میں نے شروع میں بحرالعلوم تک امام احمد رضا، خاتم الاکابر مارہروی، علامہ فضل رسول بدایونی اور علامہ فضل حق خیرآبادی رحمہم اللہ تعالیٰ کی سندوں کا ذکر کیا ہے۔ اب بحرالعلوم سے آگے کی سندوں کا کچھ تذکرہ مقصود ہے۔

اس سلسلے میں مفتی محمد عتیق فرنگی محلی کی ایک مستقل کتاب ہے "الدرالمنظوم، فی أسانید العلامة بحرالعلوم" اس کا اختتام ۴؍رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ کو ہوا، مگر بہت سی دیگر کتابوں کی طرح یہ بھی اشاعت سے اب تک محروم ہے۔ اس کا قلمی نسخہ مولانا حبیب الحلیم فرنگی محلی کے پاس تھا، ان کے یہاں سے زیراکس کاپی شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی، سابق صدر شعبۂ افتا وناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے منگائی اور اس کا ایک عکس مجھے بھی عنایت فرمایا۔

مؤلف کتاب نے اسانید بحرالعلوم کے ضبط وجمع کی تحریک اور تقاضا کرنے والوں کے تحت حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن قادری عباسی تلمیذ صدر الشریعہ علیہما الرحمہ کا ذکر خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ کیا ہے، الفاظ یہ ہیں:

"فأكبَّ عليّ بعض الأفاضل الخلان سيّما حبيبي ولبيبي، مجمع الفضائل، منبع الفواضل، ذوالمجد الباذخ، والكرم الشامخ، والطود الراسخ مولانا حبيب الرحمٰن، ادامه بالفضل والامتنان، الدهام نگري الباليسري بأن أجمع له ثبته وأضبط درر أسانيده في سلك الترصيف"

ان الفاظ والقاب سے اہل علم کی نظر میں مجاہد ملت کے منصب ومقام کی عظمت کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے، اسی طرح ان کی علم دوستی خصوصًا اسانید سے شغف اور بحرالعلوم سے عقیدت بھی نمایاں ہے۔

ضرورت ہے کہ باضابطہ تحقیق وتزیین کے ساتھ "الدر المنظوم" کی طباعت واشاعت عمل میں لائی جائے، مولا تعالیٰ کسی فاضل محقق کو یہ توفیق جمیل ارزاں فرمائے۔ چوں کہ کتاب غیر مطبوعہ ہے اس لیے مناسب تھا کہ اس کا پورا خلاصہ پیش کر دیا جائے مگر قلّتِ وقت کے باعث یہ کام بھی کسی فاضلِ باتوفیق کے لیے چھوڑتا ہوں اور یہاں محض اجمالی تعارف وتبصرہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ یہ بھی صرف اس لیے کہ جہاں تک مجھے علم ہے اس سیمینار کے کسی صاحب قلم کو یہ موضوع سپرد نہیں ہوا ہے۔

"الدرالمنظوم" میں پہلے بحرالعلوم کا سلسلۂ تلمذ لکھا ہے جو اس طرح ہے:

۱-بحرالعلوم مولانا عبدالعلی محمد ۲-استاذ الہند مولانا نظام الدین محمد ۳-قطب الدین شہید، سہالوی وتلامیذ قطب العلما، مولانا قطب الدین شمس آبادی، مولانا امان اللہ بنارسی، مولانا غلام نقش بند لکھنوی ۴مولانا عبدالحلیم، والد قطب شہید ۵-مولانا عبدالکریم، جد قطب شہید ۶-مولانا حافظ الدین محمد انصاری ۷-شیخ الاسلام خواجہ ابو اسماعیل، عبداللہ انصاری ہروی علیہم الرحمۃ۔

اس کے علاوہ قطب شہید کی متعدّد سندیں درج کی ہیں، جن میں کوئی سند علامہ سعد الدین تفتازانی تک، کوئی سید شریف جرجانی تک، کوئی اکمل الدین بابَرتی تک پہنچتی ہے۔

کئی سندیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے توسط سے سید شریف جرجانی، شمس الدین جزری، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ تک پہنچتی ہیں۔ ان بزرگوں کی اگلی سندیں علوم وفنون اور کتابوں کی سندوں کے تحت مذکور ہیں۔

علوم وفنون کے تحت درج ذیل علوم اوران کی سندوں کا ذکر ہے:

۱-علوم عقلیہ ۲-نحووصرف ۳-علم معانی ۴-علم لغت ۵-علم ادب ۶-فقہِ حنفی ۷-علم کلام، ماتریدی ۸-علم کلام، اشعری ۹-اصول فقہ ۱۰-اصول حدیث ۱۱-اسماء الرجال ۱۲-جرح وتعدیل ۱۳-طبقات وتاریخ ۱۴-سیرت نبوی ۱۵-تصوف ۱۶-تفسیر ۱۷-حدیث

کتابوں کے تحت علوم آلیہ میں:

۱-کافیہ ۲-شافیہ ۳-دلائل الاعجاز ۴-تلخیص المفتاح ۵-صحاح جوہری ۶-مقامات حریری کی سندیں مصنفین کتب تک مذکور ہیں۔

علم کلام میں ۱-مواقف عضدیہ ۲-عقیدۂ طحاویہ

اصول فقہ: ۱-اصول بزدوی ۲-توضیح

اصول حدیث ومتعلقات: ۱-الفیہ، عراقی ۲-تہذیب التہذیب، ذہبی ۳-اکمال، ماکولا ۴-کتاب الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم ۵-تذکرۃ الحفاظ، ذہبی

طبقات وتاریخ: ۱-کتاب الانساب، سمعانی ۲-طبقات ابن سعد ۳-طبقات صوفیہ ۴-طبقات صحابہ ۵-طبقات فقہا ۶-کامل، ابن اثیر

سیرت نبوی: ۱-شمائل ترمذی ۲-الشفافی حقوق المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا، امام قاضی عیاض ۳-دلائل النبوۃ، بیہقی ۴-سیرت ابن ہشام ۵-زادالمعاد، ابن قیم ۶-سیرت حلبیہ ۷-مولد نبوی، ابن جوزی ۸-الدر المنظم فی المولد المعظم، امام احمد مغربی۔

تصوف: ۱-احیاء العلوم ۲-عوارف المعارف ۳-فتوحات مکیہ ۴-منازل السائرین ۵-قوت القلوب ۶-رسالہ قشیریہ ۷-حکم، سکندری ۸-غنیۃ الطالبین

تفسیر: ۱-جامع البیان، ابن جریر طبری ۲-تفسیر اسحٰق بن راہویہ ۳-تفسیر ابن ابی حاتم ۴-تفسیر سفیان بن عُیینہ ۵-تفسیر اسحٰق بن راہویہ ۶-تفسیر ابن مردویہ ۷-تفسیر قتادہ ۸-تفسیر ضحاک ۹-تفسیر مجاہد ۱۰-تفسیر ابی العالیہ ۱۱-تفسیر کواشی ۱۲-تفسیر قرطبی ۱۳-حقائق القرآن، سُلَمی ۱۴-تفسیر ابن ابی شیبہ ۱۵-الکشف والبیان، ثعلبی ۱۶-تفسیر ماوردی ۱۷-تفسیر واحدی ۱۸-معالم التنزیل، بغوی ۱۹-کشاف، زمخشری ۲۰-تفسیر ابن عطیہ ۲۱-عین المعانی، سجاوندی ۲۲-تفسیر شیخ اکبر ۲۳-تفسیر بیضاوی ۲۴-مدارک التنزیل ۲۵-مفاتیح الغیب، تفسیر کبیر، امام رازی ۲۶-بحر محیط ۲۷-تفسیر جلالین

حدیث: ۱-صحیح امام بخاری (۱۲سندیں) ۲-صحیح امام مسلم (۶ سندیں) ۳-سنن ابی داؤد ۴-جامع ترمذی ۵-سنن نسائی ۶-سنن نسائی کبیر ۷-سنن ابن ماجہ ۸-مؤطاامام مالک ۹-مؤطاامام محمد ۱۰تا۱۳ مُسند امام ابوحنیفہ، بروایت مقری، بروایت خسرو، بروایت حارثی، بروایت امام ابویوسف ۱۴-جامع مسانید امام ابوحنیفہ ۱۵-مسند امام شافعی ۱۶-مسند امام احمد ۱۷-مسند دارمی ۱۸-مسند ابن راھویہ ۱۹-مسند طیالسی ۲۰-مسند عبد بن حُمید ۲۱-مسند ابن ابی شیبہ ۲۲-مسند ابو یعلیٰ ۲۳-مسند یحیی بن عبدالحمید ۲۴-مسند بزار، کبیر ۲۵-مسند حُمیدی ۲۶-سنن دارقطنی ۲۷-صحیح ابن حبان ۲۸-سنن بیہقی ۲۹-صحیح ابی عوانہ ۳۰-معجم طبرانی ۳۱-مسند ابی بکر ابن ابی شیبہ ۳۲-مسند الفردوس، دیلمی ۳۳-مستدرک حاکم ۳۴-شرح معانی الآثار ۳۵-سنن سعید ابن منصور ۳۶-مصابیح السنہ ۳۷-مشکوٰۃ المصابیح ۳۸-مشارق الانوار ۳۹-مشکوٰۃ الانوار ۴۰-مصنَّف عبدالرزاق ۴۱-مستخرج، ابی نعیم ۴۲-صحیح ابن خزیمہ ۴۳-صحیح اسماعیلی ۴۴-الترغیب والترہیب، مُنذری ۴۶-ریاض الصالحین، امام نووی ۴۷-المنتقی، ابن جارود

شروح حدیث: ۱-التنقیح لألفاظ الجامع الصحیح، بدرالدین زرکشی ۲-تعلیق المصابیح، دمامینی ۳-اللامع شرح جامع، قاضی عیاض ۴-عمدۃ القاری، عینی ۵-اکمال المعلم، قاضی عیاض ۶-المعلم شرح مسلم، مازری ۷-المفہم شرح مسلم، قرطبی ۸-منہاج، شرح مسلم للنووی ۹-فتح الباری شرح بخاری، عسقلانی ۱۰-تحفۃ القاری شرح بخاری ۱۱-توشیح، امام سیوطی

ان علوم وفنون اور کتابوں کی سندیں ذکر کرنے کے بعد کچھ اور سندیں بیان کی گئی ہیں جن میں سند فقہ شافعی، اور کئی احادیث مسلسلات اور مصافحات کی سندیں بھی ہیں۔ پھر دلائل الخیرات، حزب البحر اور حزب النووی کی سندیں ہیں۔

ان کے بعد طریقت وسلوک میں سلاسل قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ کی سندیں ہیں۔

جامع صحیح امام بخاری کی ۱۲/ سندیں مذکور ہیں جن میں سے ایک

سند یہاں تبرکاً درج کی جاتی ہے:

۱-بحر العلوم عبد العلی محمد ۲-عن ابیہ شیخ نظام الدین محمد ۳-شیخ غلام نقشبند لکھنوی ۴-شیخ پیر محمد لکھنوی ۵-شیخ اخوند حیدر پتلوو شیخ نور الحق دہلوی ۶-عن ابی الثانی شیخ عبد الحق محدث دہلوی ۷-عن اَبیہ شیخ سیف الدین ۸-شیخ سماء الدین ۹-شیخ سناء الدین دہلوی ۱۰-سید شریف علی بن محمد جرجانی ۱۱-اکمل الدین محمد بن محمود بابَرتی صاحب عنایہ شرح ہدایہ ۱۲-اثیر الدین ابوحیان ۱۳-ابوعلی بن علی الحوص ۱۴-ابو القاسم بن بقی ۱۵-شریح بن محمد ۱۶-علی بن احمد بن سعید بن عبد الرحمٰن حُلوانی ۱۷-حافظ ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد مستملی ۱۸-محمد بن یوسف فِرَبْری ۱۹-امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ۔

"الدر المنظوم" میں اَسنادِ سلاسل طریقت درج کرنے کے بعد آخر کتاب میں رسول اللہ ﷺ سے بتوسط صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحالت بیداری بحر العلوم کی بیعت کا ذکر ہے۔ اس کا واقعہ بعض تلامذۂ بحر العلوم خصوصاً بحر العلوم کے داماد مولانا علاء الدین کی زبانی یوں لکھا ہے:

بحر العلوم نے جب لکھنؤ سے ہجرت کرکے شاہجہاں پور میں اقامت اختیار کی، اس زمانے میں ایک رات کو حسب عادت مکان کے بالائی حصے میں مصروف مطالعہ تھے اور طلبہ زیریں حصے میں مطالعہ کر رہے تھے، اسی اثنا میں ایک صاحبِ ہیبت وجمال عربی شیخ نمودار ہوئے اور طلبہ سے پوچھا: مولانا کہاں ہیں: انھوں نے مکان کے بالائی حصے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ شیخ زینہ طے کرکے اوپر گئے، بحر العلوم کو سلام کیا، انھوں نے جواب دیا پھر کسی اہم مطالعہ میں مشغول ہوگئے۔ شیخ نے کہا: آپ مہمان کا اکرام نہیں کرتے؟ اب بحر العلوم نے کتاب بند کردی اور شیخ کی طرف متوجہ ہوگئے۔ انھوں نے فرمایا: اٹھو میرے ساتھ چلو، ایک باعظمت ہستی نے تم کو بلایا ہے — بحر العلوم ان کے ساتھ ہوگئے، یہاں تک کہ ایک باغ میں پہنچے، وہاں ایک درخت کے نیچے ایک باہیبت، نقاب پوش سوار کو پایا۔ شہسوار نے کہا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ شیطان تمھارے نبی ﷺ کی صورت اختیار نہیں کرسکتا؟ بحر العلوم نے جواب دیا: ہاں یہ حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ سوار نے فرمایا: کیا تمھیں اپنے نبی ﷺ کا حلیہ یاد ہے؟ بحر العلوم نے عرض کیا: ہاں یاد ہے اور پورا حلیہ بیان کردیا۔ اب انھوں نے اپنا چہرۂ انور کھولا اور فرمایا: مجھے پہچانتے ہو، میں تمھارا نبی ہوں اور یہ ابو بکر صدیق ہیں، پھر چادر بچھائی، سب لوگ بیٹھ گئے، سرکار نے بیعت کا حکم دیا اور بحر العلوم نے سرکار کے دست پاک پر بیعت کی۔

ایک طالب علم خفیہ طور پر بحر العلوم کے ساتھ لگ گئے تھے، یہاں کا معاملہ انھوں نے موجودین کی نظر سے اپنے کو بچاتے ہوئے دور سے دیکھا۔ جب بحر العلوم واپس ہوئے اور گھر پہنچ گئے تو طالب علم نے نماز فجر کے بعد بحر العلوم سے رات کا معاملہ دریافت کیا، انھوں نے بتانے سے پہلوتہی کی، طالب علم نے کچھ چشم دید باتیں بیان کردیں اور باصرار دریافت کیا تو بحر العلوم نے پوری حقیقت بیان کی، اور افسوس ظاہر کیا کہ طالب علم وہاں پہنچ کر اس عظیم نعمت سے محروم رہ گیا۔

اگر کوئی شخص بحر العلوم سے اس طریق میں بیعت پر اصرار کرتا تو اس کے لیے اپنی سندیوں لکھ کر دیتے:

"عبد العلی محمد عن الصدیق الاکبر عن رسول اللہ ﷺ"

صاحب در منظوم لکھتے ہیں:

یہ ایسی عظیم نوازش اور بزرگ نعمت ہے جس سے عظیم عارفین ہی سرفراز ہوتے ہیں۔ اس بیعت کی صحت میں ذرا بھی شک نہیں، اس لیے کہ بحالت بیداری سرکار کے دیدار وملاقات کے ثبوت پر اجماع قائم ہے اور اس بارے میں متواتر خبریں موجود ہیں۔ "مناہل" میں لکھا ہے کہ اس اجماع کی تصدیق اِس سے ہوتی ہے کہ دیکھا جاتا ہے کہ راتوں میں شہدا کی روحیں گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلتی ہیں اور اپنے ملنے والے اہل دنیا سے ہم کلام ہوتی ہیں۔ انتہی۔

امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور بشرح أحوال الموتی والقبور، باب زیارة القبور وعلم الموتی بزوّارهم ورویتهم لهم کے تحت بہت سے واقعات کتبِ قُدما سے نقل کیے ہیں جن میں شہدا اور اموات کے سوار ہونے، سفر کرنے اور اَحیا سے ملاقات کرنے، گفتگو کرنے، مدد پہنچانے وغیرہ کا ذکر ہے۔

بحر العلوم کا علوم نقلیہ وعقلیہ میں کمال تو معلوم ومعروف ہے لیکن واقعۂ مذکورہ سے اس بات کی بھی تصدیق ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے والد اور جد امجد علیہما الرحمہ کی طرح طریقت ومعرفت میں بھی بڑا اونچا مقام رکھتے تھے۔ رحمه الله تعالیٰ رحمة واسعة ورحمنابه، والصلوٰة والسلام علی حبیبه وعلی آله وصحبه وعلماء دینه وأولیاء أمته اجمعین.

محمد احمد مصباحی

ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ
مبارک پور، اعظم گڑھ

المجمع الاسلامی
مبارك پور

۲۶ر ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ
۲۵ر جنوری ۲۰۱۷ء چہار شنبہ

جانِ ایمان اطاعتِ الٰہی وعشقِ رسول ﷺ

محمد ہاشم قادری مصباحی

الحمدللہ رب اللعالمین !تمام خوبیاں اللہ رب العزت کو جو مالک و پالنہار ہے سارے جہان والوں کا اور لاکھوں، کروڑوں احسان ہے بے شمار نعمتیں عطا فرمانے والے رب کریم کا کہ ایمان جیسی اعلیٰ نعمت سے بھی مالامال فرمایا اور ایمان کی جان محبت رسول اللہ ﷺ سے بھی سرفراز فرمایا۔ چونکہ یہ نعمت سب کو نہیں ملتی، اللہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نواز تا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اپنے پیارے بندوں کے بارے میں ارشاد فرمارہا ہے: قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوا لْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (القرآن ، سورہ آل عمران، آیت ۷۳۔۷۴) ترجمہ: تم فرمادو کہ فضیلت اللہ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔(کنزالایمان) اللہ کے بعض خاص بندے محبت رسول سے اپنی زندگی کو مزین فرماکر رضائے الٰہی میں فدا رہتے ہیں تو اللہ رب العزت ان کو اپنے مقبول بندوں میں شامل فرماکر ولایت کا شاندار تاج عطا فرماتا ہے۔ عطائے ربی ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ یہ اس کی رحمت ہے۔

ایمان کی جان محبت رسول: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قال: قال النبی ﷺ: ولا یومن احدکم حتیٰ أکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین۔ ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایمان والا نہ ہوگا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہوجائے۔ (بخاری شریف ،باب: رسول کریم ﷺ سے محبت رکھنا ایمان میں داخل ہے۔)راوی حضرت یعقوب بن ابراہیم ،عبدالعزیز بن صہیب، حضرت انس، حضرت آدم ابن ابی یاس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وغیرہ وغیرہ سے روایت فرمایا ہے۔ حدیث نمبر ۱۵، ۴۲۵، ۲۱، ۱۷، ۱۶۔ مسلم شریف حدیث نمبر ۱۶۶، حدیث نمبر ۲۴۰ وغیرہ وغیرہ۔ احادیث کے ذخیرہ میں اور بھی احادیث کریمہ موجود ہیں، مطالعہ فرمائیں۔

قرآن کریم میں بھی ایمان کی جان محبت رسول ہی بتایا گیا ہے۔ قُلْ اِنْ کَانَ آبَا ؤُ کُمْ وَاَبْنَاءُ کُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَ تُکُمْ۔۔۔۔۔۔ الخ (القرآن سورہ توبہ، آیت ۹) ترجمہ: تم فرماؤ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری عورتیں اور تمھارا کنبہ اور تمھاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمھارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (کنزالایمان) دوسری جگہ سورہ آل عمران کی آیت مبارکہ ۳۳، ۳۲، ۳۱ پھر سورہ نساء آیت ۶۴ وغیرہ وغیرہ۔ قرآن کریم واحادیث میں بہت جگہ یہ حکم موجود ہے۔ (خوش عقیدوں کے لئے اتنا ہی کافی ہے فاسقوں، بدعقیدوں کے لئے اللہ سے ہدایت کی دعا ہے) صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین وبزرگان دین، اولیاء کرام کی محبت رسول وعشق رسول کے بہت سے واقعات مستند کتابوں میں موجود ہیں۔ دلِ بینا وعشقِ رسول سے بھرا سینہ ہوجائے تو توفیق وہدایت سے نصیبہ میں اضافہ ہوگا۔

اولیاء کرام اور صوفیا بزرگوں کی تو بات ہی نرالی ہے۔ اللہ سے عشق اور محبت رسول کی ہی وجہ سے توان پر انعامات کی بارشیں ہوئی ہیں اور آج بھی جاری وساری ہیں۔ صوفیا بزرگوں کی بیاض (Diary) میں بہت دلچسپ واقعات صاحبِ بصیرت کے لئے سبق آموز ہوں گے۔ مشہور بزرگ عارف باللہ، سیدی علامہ احمد برنسی معروف بہ شیخ رزوق رحمۃ اللہ علیہ ۸۹۹ ہجری ماہ صفر، ۱۴۹۳عیسوی اپنی کتاب (الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ) میں فرماتے ہیں کہ تصوف کی تقریباً دوہزار تعریفیں اور تفسیریں آئی ہیں۔ ان سب کا حاصل اللہ تعالیٰ کی طرف سچی توجہ ہے جس شخص کو مولائے کریم کی طرف سچی توبہ اور رسول سے محبت حاصل ہے اسے تصوف کا ایک حصہ حاصل ہے۔ (فقہ وتصوف ۹۵، ۹۴ مصنف شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ترجمہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی) مشہور بزرگ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: (۱) مخلوقات کی موافقت سے دل صاف کرنا (۲) طبعی یا نفسانی اوصاف سے جدا ہونا (۳) نفسانی خواہشات سے گریز کرنا (۴) روحانی صفات کا طلبگار ہونا (۵) حقیقی علوم سے متعلق ہونا (۶) دائمی اچھے کاموں کا اختیار کرنا (۷) تمام امت کا

اسلام نگر، کپالی، پوسٹ: پارڈیہ، مانگو، جمشید پور۔ hhmhashim786@gmail.com

خیر خواہ ہونا(۸) حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کا وفادار ہونا (۹) شریعت میں رسول اللہ ﷺ کا پیروکار ہونا(۱۰) اور شریعت کی تمام صفات اور برکات کا حامل ہونا وغیرہ وغیرہ۔(فقہ تصوف صفحہ ۹۴،۹۳، مصنف شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

آج کے صوفیوں کو تصوف کی صحیح تعلیم پر نظر رکھنا چاہئے۔علم وعمل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی شریعت کا پابند ہونا انتہائی ضروری ہے ورنہ سب بیکار ہے۔

نبی رحمت ﷺ کے در پر حاضری:کون ایسا مسلمان ہے جو آقا کے در پر حاضری کا خواہاں نہ ہو یوں تو بزرگوں کو حضور کی زیارت نصیب ہوتی رہتی ہے پر عاشقوں کی بات ہی نرالی ہے وہاں جاکر بالمشافہ ملاقات یہ تو اللہ کی نعمت ہی ہے اور رسول ﷺ کی عنایت ہی تو ہے۔ شاہ مدینہ کے در پر حاضری کا تصور آہا آہا آہا۔۔۔۔کوئی کیا لکھے کیا بتائے سب کو حضور سے محبت کے اعتبار سے انعام سے نوازا جاتا ہے۔کوئی بھی خالی نہیں لوٹتا۔ ناچیز بھی حج کی سعادت سے بہرہ ور ہو چکا ہے اور حضور کے در پر حاضری بھی نصیب ہوئی ۔ اے کاش، حضور کرم فرمادیں پھر بلاوا آجائے آمین!

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
جنید و بایزید ایں جا نفس گم کردہ می آید

دربار رسول پر حاضری جہاں جنید و بایزید اور بڑے بڑے ولیوں کی سانسیں تھم جاتی ہیں بن مانگے جھولیاں بھر جاتی ہیں پر مانگنے والے بھی خوب ہیں اور کیا مانگتے ہیں اور کیسے نوازے جاتے ہیں ، مطالعہ فرمائیں۔بہت سی کتابوں کے مصنف حضور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تفسیر جلالین شریف جو کہ ہر مکتبہ فکر کے مدرسوں میں علمائے کرام کو پڑھائی جاتی ہے ،نویں صدی (۷۹۱۔۸۶۴ ہجری) کے بزرگ جلالۃ المحلی جنہوں نے جلالین شریف کے شروع کے پندرہ پاروں کی تفسیر فرمائی پھر بعد کے پندرہ پاروں سے آخر تک حضور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جو دسویں صدی ہجری (۷۹۱۔۹۱۱) نے اپنی کتاب "الحاوی" شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ السید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مشہور بزرگ اکابر صوفیا میں سے ہیں ان کا واقعہ مشہور ہے کہ جب وہ ۵۵۵ ہجری میں حج سے فارغ ہو کر سرکار اعظم ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور قبر انور کے سامنے کھڑے ہوئے تو دو شعر پڑھے۔

فِیْ لَةِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ کُنْتُ اُرْسِلُهَا
تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَهِیَ نَائِبَتِیْ

ترجمہ:یعنی میں دور ہونے کی حالت میں اپنی روح کو خدمت مبارکہ میں بھیجا کرتا تھا جو میری نائب بن کر حضور کے آستانۂ مقدسہ کو چوما کرتی تھی۔

وَهٰذِهٖ دَوْلَةُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ
فَامْدُدْ يَمِيْنَكَ كَیْ تَحْظٰی بِهَا شَفَتِیْ

ترجمہ:یعنی اب جسموں کی حاضری کا وقت آیا ہے،لہٰذا اپنے دست اقدس کو عطا فرمائیے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔

شاہ من سلطان عالم سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس عرض پر سرکار اقدس ﷺ نے قبر انور سے اپنے دست مبارک کو باہر نکالا جس کو آپ نے چوما۔ البیان المشید میں ہے کہ اس وقت کئی ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور کے دست اقدس کی زیارت کی۔ان لوگوں میں محبوب سبحانی حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔سبحان اللہ سبحان اللہ !!(فقہ و تصوف ۹۵،۹۴ مصنف شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ترجمہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔ خطبات محرم صفحہ ۶۵ مصنف حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی، کتب خانہ امجدیہ، دہلی ، خانقاہ رفاعیہ، بڑودہ شریف گجرات میں آپ کی آرام گاہ ہے جہاں لاکھوں فرزندان توحید آپ کے فیضان کرم سے مالا مال ہو رہے ہیں اور ماہ جُمادی الاولیٰ میں آپ کا عرس نہایت تزک و اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے،خانقاہ رفاعیہ ہندوستان کے مشہور و معروف اور قدیم خانقاہوں میں سے ہے۔خانقاہ کے زیر اہتمام کئی اسکول اور انگلش میڈیم اسکول بھی چل رہے ہیں اس سے ہزاروں لوگ دین و دنیا کے علم سے آراستہ ہو رہے ہیں۔آج کے صوفیوں کو تصوف کی صحیح تعلیم پر نظر رکھنا چاہیئے۔علم وعمل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی شریعت کا پابند ہونا بھی انتہائی ضروری ہے۔

یہ ہے اللہ سے عشق و رسول اللہ کی محبت کا انعام۔ اللہ بزرگوں کے طفیل ہم سب کو مدینہ کی حاضری نصیب فرمائے۔ ان اللہ والوں کے صدقے ہم سب کو حضور کے دیدار سے مشرف فرمائے اور خدائی اطاعت و رسول اللہ ﷺ کی محبت سے ایمان کو منور و مجلّٰی فرمائے۔آمین، ثم آمین!۔☆☆☆

شادی، جہیز اور ہمارا معاشرتی نظام

جہیز نے معاشرتی نظام کو پورے طریقے سے درہم برہم کرکے رکھ دیا ہے جو اسلامی اصول وقوانین اور اس کی تعلیمات کے یکسر منافی ہے

محسن رضا ضیائی

انسانی زندگی میں نکاح وشادی کو بہت اہمیت حاصل ہے جو ذہنی ونفسی آسودگی، قوم ونسل کی بقا و دوام کے لیے اور ناجائز خواہشات و تعلقات سے بچنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ ہر مذہب و معاشرے میں اس کی اہمیت و افادیت سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ حیات انسانی کا یہ ایک ایسا انوکھا رشتہ ہے جب اس کی عقد و گرہ کو ازدواجی و معاشرتی زندگی کے اٹوٹ بندھنوں میں باندھ دیا جائے تو کوئی بھی اسے کھولنے کی ناکام سعی و کوشش نہیں کرسکتا، اس پاکیزہ رشتے کا ثبوت اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان سے بخوبی ملتا ہے کہ آپ نے فرمایا" اے جوانو! تم میں جو نکاح کرنے کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے روکتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزہ رکھے کہ روزہ قاطع شہوت ہے۔" (بخاری)

فرمان رسول ﷺ سے یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر و عیاں ہے کہ اسلام کس قدر صاف ستھرا اور پاکیزہ مذہب ہے جو اپنے پیروکاروں کو تمام ذہنی و طبعی جرائم سے ازحد گریز کرنے کی تلقین و تاکید کرتا ہے، لہذا اب یہ اسلام کے ماننے والوں پر منحصر ہے کہ کس طرح وہ اپنی ازدواجی و معاشرتی زندگی کو صالح دینی و اسلامی ماحول میں ڈھالیں۔ یوں تو شادی کو نسل انسانی کے فروغ و دوام کا ایک بہتریں ذریعہ قرار دیا گیا ہے کیوں کہ شادی ہی ایک ایسا بہترین رشتہ ہے جس کے ذریعہ اولاد آدم کے مابین باہمی اتحاد و یک جہتی اور پیار و محبت جیسے رشتے مزید استوار ہوتے ہیں، لیکن آج شادی کے معاملے میں معاشرے کا عجیب و غریب حال ہے جسے دیکھ کر عقل ورطۂ حیرت میں پڑجاتی ہے کہ مسلم معاشرے میں "جبری جہیز کی لعنت" اس قدر عام رواج پاچکی ہے کہ جس سے بچ نکل پانا نہایت ہی مشکل امر ہوگیا ہے جس نے معاشرتی نظام کو پورے طریقے سے درہم برہم کرکے رکھ دیا ہے جو اسلامی اصول و قوانین اور اس کی تعلیمات کے یکسر منافی ہے، جس کے باعث غریب و نادار والدین کا اپنی لاڈلی بیٹیوں کو گھر سے سسرال بخوشی رخصت کرنا انتہائی ناممکن ہوچکا ہے اور کتنی ہی جوانیاں جہیز اور من مانی مطالبات و فرمائش کے پورا نہ کرنے کے انتظار میں بابل کے گھر بیٹھے بیٹھے بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچ کر موت کی منتظر رہتی ہیں، یہ تو معاملہ شادی سے قبل کا ہے جس میں مختلف پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بعض اوقات تو یہاں تک دیکھا گیا کہ لڑکی کو شادی کے بعد بھی مشکل گزار گھاٹیوں سے ہوکر گزرنا پڑتا ہے پھر بھی اس "جبری جہیز کی لعنت" سے چھٹکارا نہیں ملتا اور یہ حرص و طمع کی آگ اسے من مانی مطالبات پورا نہ کرنے پر پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے یہاں تک کہ اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے، اس طرح کے واقعات ہمارے ملک میں ایک دو نہیں ہے جن کو نظر انداز کردیا جائے بلکہ سیکڑوں ایسی دل دہلا دینے والی ہماری ماں بہنوں، اور بیٹیوں کی داستانیں ہیں جو چیخ چیخ کر قوم کے حساس و باغیرت افراد سے، جو بے خبری کی چادر اوڑھ کر سوئے ہوئے ہیں، بار بار اس فعل شنیع و عمل قبیح کے خاتمے کا مطالبہ کررہی ہے جس نے ہمارے صالح اسلامی معاشرے کو کئی ایک معاشرتی بیماریوں میں گھیر رکھا ہے، لہذا ہر غیرت و حمیت رکھنے والے فرد کے لیے لازم و ضروری ہے کہ سماج میں پھیلی ان تمام برائیوں کا سد باب کریں۔

اگر جہیز کو اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ بہت ہی محبوب و پسندیدہ عمل ہے جس میں شادی کے بعد کی زندگی کے کئی ایک مسائل کا حل موجود ہیں، ماں باپ اپنی بیٹی کو گھر سے سسرال رخصت کرتے وقت کچھ کپڑے، زیورات، برتن، پلنگ، جائے نماز، قرآن مجید اور ان جیسی حاجات و ضروریات کی چیزیں دیتے ہیں وہ جہیز کہلاتا ہے۔ بلاشبہ یہ جائز بلکہ سنت ہے کہ خود ہمارے پیارے آقا ﷺ نے بھی اپنی لخت جگر نور نظر خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گھر سے رخصت کرتے وقت کچھ سامان بطور جہیز دیا تھا، لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ جہیز لینا دینا کوئی فرض و واجب کی قبیل سے ہے بلکہ یہ ماں باپ کی محبت و شفقت کی نشانی ہے، اب داماد کے لیے قطعی یہ جائز و روا نہیں ہے کہ لڑکی کے ماں باپ کے سامنے بے شرمی کی حد پار کرتے ہوئے دست سوال دراز کرے اور من مانی مطالبات پورا کرنے پر زور ڈالے، یہ حق تو صرف اور صرف لڑکی کو اپنے ماں باپ سے بنتا ہے کہ وہ ان کی بساط و وسعت کے مطابق سوال کرے، لیکن داماد اور ان کے گھر والوں کو کہاں یہ حق پہنچتا کہ وہ جہیز کے نام پر لڑکی کے ماں باپ سے بھیک مانگے، شریعت نے صرف دو ہی صورتوں میں سوال کرنے کی اجازت دی ہے، ایک تو سائل کا کوئی حق کسی پر ہے یا پھر وہ اتنا تنگ دست اور مفلوک الحال شخص ہے کہ بغیر سوال کیے گزر بسر انتہائی مشکل ہے تو ایسی صورت میں مانگ سکتا ہے وہ بھی بقدر حاجات ضرورت سے

زیادہ تو قطعاً جائز نہیں۔

ذخیرۂ احادیث میں بکثرت حدیثیں جبری جہیز کی شدید مذمت و ممانعت میں وارد ہیں، چند حدیثیں قارئین کے لیے پیش ہیں:

حدیث (۱) حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی سوال کرتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا نہ ہوگا یعنی نہایت بے آبرو ہو کر۔ (بخاری)

حدیث (۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مال بڑھانے کے لیے سوال کرتا ہے، انگارے کا سوال کرتا ہے تو چاہے زیادہ وہ مانگے یا کم۔ (بخاری)

حدیث (۳) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: جس پر نہ فاقہ گزرا اور نہ اتنے بال بچے ہیں جن کی طاقت نہیں اور وہ سوال کا دروازہ کھولے تو اللہ تعالیٰ اس پر فاقہ کا دروازہ کھول دے گا ایسی جگہ سے جو اس کے گمان میں بھی نہیں۔ (بخاری)

اس طرح کی بے شمار احادیث کریمہ کتب احادیث میں درج ہیں جو ان لوگوں کے لیے قابل درس و لائق عبرت ہیں جو ناجائز و بے جا سوالات کر کے غریب سسرال والوں کو اذیت و تکلیف میں مبتلا رکھتے ہیں اور من مانی مطالبات کی تکمیل نہ ہونے پر لڑکی کو بھی اس کا شوہر اور سسرال والے طرح طرح کی تکلیفیں دیتے ہیں یہ سماج میں انتہائی الم ناک مسئلے کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اس ضمن میں بہت سے سوالات ذہن و دماغ میں جنم لیتے ہیں کہ:

☆ ایسے حریص و بے غیرت فقیروں کے خلاف سماج و معاشرے میں کیا اقدامات ہونے چاہیے؟

☆ ہماری ماں، بہنوں اور بیٹیوں پر جہیز کے نام پر جو ہر آئے دن ظلم و ستم کرتے ہیں ایسے ظالم و ستم ظرف لوگوں کو کیفر کردار تک کیسے پہنچایا جائے؟

☆ آئندہ نسل نو کو شرعی حدود و قیود کے ساتھ اسلامی ماحول و معاشرے میں کیسے ڈھالا جا سکے جو آئندہ اس طرح کے اقدار و روایات سے دور و نفور اختیار کر کے ایک صالح قوم ثابت ہو؟ یہ چند سوالات و مسائل ہیں جن کا حل ہر حساس و بیدار مغز شخص کے لیے از حد ضروری ہے۔

بس اس کا ایک ہی جواب دریچۂ ذہن میں دستک دیتا ہے کہ اگر ہر لڑکا بوقت نکاح اپنے سسرال والوں سے بخوشی ملنے والی چیزوں کے علاوہ مزید کچھ مطالبہ نہ کرے تو اس طرح کے برے رواسم و روایات کے سدباب کی کچھ توقع کی جا سکتی ہے اور دوسرا یہ کہ لڑکے کے گھر والوں کے قلوب و اذہان میں بھی یہ احساس جاگزیں ہوگا کہ اگر وہ آج اس رسم بد سے دست کشی کر لیتے ہیں تو آئندہ کل ان کی بھی بہن بیٹیاں بغیر کسی جہیز و مطالبہ کے بابل کے گھر سے بخوشی رخصت ہوں گی۔ یہی ایک ممکنہ صورت ہے جس سے معاشرتی ناسور کو دودھ سے مکھی کی طرح باہر نکال کر پھینکا جا سکتا ہے جس میں ہماری اور ہمارے معاشرے کی فلاح و کامرانی ہے۔☆☆☆

(ص:۴۰ کا بقیہ)... احادیث و آثار سے ماخوذ ان علامات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو مسلح گروہ یا فرقہ جمہور امت مسلمہ کو گمراہ اور بدعتی اور کافر و مشرک کہے، عامۃ الناس مسلم ہوں یا غیر مسلم، کے خون و مال کو حلال سمجھے، حق بات کا انکار کرے، مصالحانہ اور پر امن ماحول کو تباہ و برباد کرے وہ خارجی ہے خواہ اس کا ظہور کسی بھی ملک میں ہو، کسی بھی زمانے میں ہو، دنیا کے کسی بھی خطہ میں ہو۔

خوارج کی صفات و علامات اور ان کی پہچان کو واضح کرنے والی اس گفتگو سے ثابت ہو جاتا ہے کہ عصر حاضر کے دہشت گرد خوارج ہیں۔ ہمارا دینی و ملی فریضہ ہے کہ ہم قرآن و حدیث، آثار صحابہ اور اقوال ائمہ کی روشنی میں ان انسانیت دشمن خونخوار بھیڑیوں کے گھناؤنے چہروں پر مذہب کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ لیکن اس سے کوئی مغالطہ لاحق نہیں ہونا چاہیے۔ وہ اپنے سیاہ کارناموں سے پہچانے جاتے ہیں۔ وہ جو روپ بھی چاہیں اپنا لیں، ان کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل چکے ہیں جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ ان کی دہشت گردانہ کاروائیوں کو اسلام اور امت مسلمہ کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔

یاد رہے کہ متقدمین و متاخرین ائمہ اور اکابر علما کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آیات و احادیث کی روشنی میں سفاک و خونخوار دہشت گردوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ باغی ہیں۔ اس لیے ہر عصر و قرن میں خوارج کی بیخ کنی واجب ہے۔ تاہم یہ امر واضح رہے کہ ریاستی سطح اور حکومتی قانون سے ہٹ کر کسی فرد یا جماعت و تنظیم کو نجی حیثیت میں اس بات کی قطعی اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنے تئیں امن و امان قائم کرنے کے لیے قانون اپنے ہاتھ میں لے یا ان خوارج کے مقابلے میں خود مسلح ہو کر میدان میں اتر آئے۔ چاہے نیت کتنی ہی صاف کیوں نہ ہو، اس کے نتائج نہایت بھیانک اور ناقابل تصور ہوں گے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو تاقیامت ہر دور میں خوارج کے ظاہر ہوتے رہنے اور منظم و مسلح گروہوں کی شکل میں نکلتے رہنے کی اطلاع اپنی پیغمبرانہ پیشین گوئی کے طور پر اسی لیے دے دی تھی کہ ہر زمانہ میں مسلمان انھیں پہچان سکیں اور جب ان کا خروج ہو تو سادہ لوح مسلمان ان کی شکلوں، نعروں اور شریعت کی ظاہری پابندی کو دیکھ کر دھوکے میں نہ آجائیں، آپ نے حکومت پر یہ ذمہ داری عائد کی کہ ان کی بیخ کنی کی جائے تاکہ خلق خدا ان کے شر سے محفوظ رہے اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت ریاستی سطح پر صحابہ کرام نے خوارج کا قلع قمع کیا تھا۔

نوٹ:- اس مضمون کا اکثر حصہ کتاب ”دہشت گردی اور فتنۂ خوارج“ سے ماخوذ ہے۔☆☆☆

نیپال میں جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کا فیضان

مفتی محمد رضا قادری مصباحی

نیپال کی سرزمین، بالخصوص شہر جنک پور، قیامت تک اس پر فخر کرتا رہے گا کہ اس زمین نے قطب الارشاد، استاذ العلما، جلالۃ العلم سرکار حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی ثم مبارک پوری کے قدموں کو چوما ہے۔ حضور حافظِ ملت (۱۳۱۲ھ۔ ۱۳۹۶ء/ ۱۸۹۴ء۔۱۹۷۶ء) مرید و خلیفہ حضور شیخ المشائخ اشرفی میاں، تلمیذ و خلیفہ صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ و بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور برصغیر کی اس عبقری شخصیت کا نام ہے کہ جن کا علمی وروحانی فیض پورے ایشیا، یورپ و افریقہ اور امریکہ میں عام ہو چکا ہے۔ نیپال کی سرزمین پر آج جو کچھ علمی جھلک اور چمک دمک دکھائی دیتی ہے وہ ان کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ سطور ذیل میں حضور حافظ ملت کے سفر نیپال کے دو واقعات جو راقم سطور کے علم میں آئے، ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ ملت کا پہلا سفر نیپال:

معلوم تاریخ کی روشنی میں ۱۹۶۴ء میں جلالۃ العلم، قطب الارشاد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے نیپال کا پہلا سفر فرمایا۔ پیرو خان (۷۰ سال) ساکن لائن کواٹر، براٹ نگر، مورنگ (نیپال) اور مولانا حافظ بدر الدجی جامعی اشرفی، موجودہ صدر المدرسین، مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم، براٹ نگر کا مشترکہ بیان ہے کہ مورنگ نیپال کا علاقہ جس میں صنعتی شہر براٹ نگر شہر شامل ہے، عرصۂ دراز سے دیو بندی و تبلیغی جماعت کے نرغہ میں تھا۔ عوام سنی صحیح العقیدہ تھی۔ سنی مدارس اور سنی علمانہ ہونے کے سبب یہاں کے لوگوں کا ایمان متزلزل ہونے لگا تھا۔ وہابی و دیوبندی علما، سنیوں کو بار بار مناظرہ کا چیلنج دے رہے تھے۔ یہ تمام باتیں یہاں کی عوام اہل سنت نے کسی ذریعہ سے حضور حافظ ملت تک پہنچائیں۔ حافظ ملت یہاں کی حالت زار سُن کر بڑے فکر مند ہو گئے اور جلد ہی براٹ نگر میں ایک جلسہ کا پروگرام تیار کیا۔ آپ نے اپنے ساتھ مناظر اسلام، قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی اور شیخ اعظم سید اظہار اشرف جیلانی علیہم الرحمۃ کو ساتھ لیا اور یہاں جلسہ میں تشریف فرما ہوئے۔ شب میں علمائے اہل سنت نے عقائد اہلسنت کو دلائل و براہین سے واضح اور علمائے دیو بند کا ردّ بلیغ فرمایا۔ اخیر میں حضور حافظ ملت خطاب کے لیے کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ آپ اس وقت جسمانی طور پر نہایت نحیف تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ دوران تقریر آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی اور ایسا جوشیلہ خطاب فرمایا کہ کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ مجمع پر آپ کی تقریر کا بے حد اثر ہوا۔ لوگوں نے حق اور باطل کو پہچان لیا۔ سنیوں کو تقویت ملی۔ یہ جلسہ مسجد مصطفائیہ کے سامنے واقع اسکول کی فیلڈ میں ہوا تھا۔ لائن کواٹر والی مصطفائیہ مسجد، براٹ نگر میں جمعہ کی نماز قائم فرمائی۔

صبح میں دیو بندی مدرسہ محمودیہ کے صدر المدرسین مولوی قاسم کو ایک خط لکھ کر پیرو خان (باحیات ہیں) کے ہاتھ سے بھیجا اور مطالبہ کیا کہ اگر تم لوگ حق پر ہو تو آؤ مناظرہ کر لو۔ صف اعدا میں ایسی ہلچل مچی کہ کسی مولوی نے اس خط کا جواب دینے کی ہمت نہیں کی۔

یہ تمام معلومات راقم سطور کو مولانا محمد عارف حسین مصباحی بن رحمت حسین ساکن پتراہا، ضلع ارریا، بہار حالیہ مقیم جوگبنی، براٹ نگر سے موصول ہوئی ہیں۔

حضور حافظ ملت کا دوسرا سفر نیپال:

۱۲، ۱۳/ مارچ ۱۹۷۳ء میں جنک پور کی سرزمین پر ہونے والی دو روزہ عظیم الشان کانفرنس میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ اور اپنے ارشادات عالیہ سے باشندگان نیپال کو فیضیاب کیا۔ آپ کا یہ سفر آپ کے ایک ممتاز تلمیذ شیر نیپال، مفتی محمد جیش برکاتی صاحب کی دعوت پر ہوا تھا۔ اس میں آپ کے ساتھ حضور سید العلما اور مولانا مظفر حسین کچھوچھوی وغیرہم بھی مدعو تھے۔

حضور حافظ ملت کے اخلاص و تواضع کا حیرت انگیز واقعہ:

جنک پور نیپال کے اس جلسہ میں حضور حافظ ملت کی زندگی کا ایک عبرت آموز واقعہ جو سرتاپا اخلاص و محبت اور کسر نفسی کی روشن مثال ہے۔ ایک چشم دید عالم وفقیہ، مفتی اعظم ہالینڈ حضرت علامہ مفتی عبدالواجد صاحب نیر قادری کے قلم سے ملاحظہ کریں۔ اس واقعہ کو انھوں نے حضور حافظ ملت کے وصال کی خبر پاکر بریلی شریف میں حضور مفتی اعظم ہند سے بیان کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

حضور! حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اخلاص و کسر نفسی کو یوں تو میں نے بارہا بہت قریب سے دیکھا ہے، مگر جنک پور نیپال کے جلسہ میں جس کسر نفسی کا برملا اظہار ہوا ہے وہ میری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا ہے۔ حضور مفتی اعظم نے میری طرف دیکھا تو میں عرض کرنے لگا۔

جنک پور نیپال کے مشہور شہروں میں سے ایک سرحدی شہر ہے جہاں اہلسنت کا ایک ادارہ مولانا محمد جیش برکاتی کے زیر انتظام چل رہا ہے۔ وہاں کئی بار جلسے ہوئے۔ ایک جلسہ میں حضور سید العلما، حضور حافظ ملت اور مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم تشریف فرما تھے۔ اسٹیج سکریٹری اور اناؤنسر کی حیثیت سے میں اپنے بزرگوں کا تعارف کرا رہا تھا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اسٹیج پر پہلے جلوہ بار ہو چکے تھے لہذا ان کی تقریر کا میں نے اعلان کر دیا۔ کم وبیش ڈیڑھ دو لاکھ کا جم غفیر تھا۔

حضور حافظ ملت خطبۂ مسنونہ میں مصروف تھے کہ اسی اثنا میں حضور سید العلما اسٹیج پر جلوہ فرما ہو گئے اور حضور حافظ ملت سے فرمانے لگے حضور! آپ بڑے ہیں، پہلے میری تقریر ہو جانے دیجیے پھر آپ تقریر فرمائیے۔ میں آخر تک آپ کی تقریر سے مستفیض ہونا چاہتا ہوں۔

حضور سید العلما کی باتیں سن کر حضور حافظ ملت نے خطبۂ تقریر موقوف فرما دیا اور سید العلما کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

حضور! میں آپ کے ادنیٰ غلاموں میں سے ہوں، لیکن آقا کا حکم سر آنکھوں پر۔ آیئے اور اپنی تقریر پر تنویر سے مجھ جیسے ناکاروں کو نوازیے۔ مولانا حافظ جیش محمد صدیقی اور مولانا محبوب رضا روشن القادری نے حضور سید العلما کو سہارا دیا اور منبر تقریر پر بٹھا دیا اور حضور حافظ ملت آپ کی کرسی کے پایہ سے لگ کر اس طرح مؤدب بیٹھ گئے جیسے کوئی ہونہار شاگرد استاذ کے سامنے دو زانوں بیٹھتا ہے اور ہر لمحہ جی حضور، جی حضور فرمانے لگے۔

حضور سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان نے خطبۂ مسنونہ کے بعد تمہید تقریر کے طور پر حضور حافظ ملت کی اجمیری زندگی پر روشنی ڈالی اور درمیان گفتگو فرمایا:

یہی وہ حافظ ملت ہیں جنھوں نے طالب علمی کے دور میں نہ صرف مجھے کتب متداولہ کی تکرار کرائی بلکہ میری گوشمالی فرما کر مجھے علم وفن کے سانچے میں ڈھالا۔

سید العلما علیہ الرحمہ کی اس گفتگو کا اثر اسٹیج پر بیٹھے ہوئے علما پر ایسا ہوا کہ بعض حضرات چیخیں مار کر رونے لگے۔ خود حضور حافظ ملت کا رومال آنسوؤں سے تر ہو گیا اور دونوں گھٹنوں پر کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے حضور سید العلما سے بار بار معذرت طلب ہو رہے تھے۔

اس جاں گسل منظر کو اسٹیج کے قریب ہزاروں سامعین نے دیکھا اور ان دونوں حضرات کے آپسی خلوص و محبت پر قربان ہونے لگے۔

(جہان مفتی اعظم ہند، ص: ۵۳، ناشر رضا اکیڈمی، ممبئی ۲۰۰۰ء)

علم کا دریا پیار کا ساغر ناز کرے جن پہ اخلاق
پیکر شفقت معمار ملت، فیض مجسم زندہ باد
جس نے پیدا کیے کتنے لعل وگہر
حافظ دین وملت پہ لاکھوں سلام

ملک نیپال میں حضور حافظ ملت سے براہ راست فیض پانے والے علما کی کثیر تعداد موجود ہے جنھوں نے اس کفرستان میں شمع اسلام کو فروزاں کیا۔ سنیت کے استحکام میں جن کی مساعی جمیلہ کبھی بھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ چند نمایاں نام یہ ہیں۔ ۱- شیر نیپال مفتی محمد جیش برکاتی، سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الحنفیۃ الغوثیہ، جنک پور، فخر نیپال مفتی محمد اسرائیل مصباحی رضوی، صدرالمدرسین الجامعۃ القادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی، مفتی عبد الغفار ثاقب مصباحی، قاضی ادارۂ شرعیہ دربھنگہ کمشنری، اشرف العلما، مفتی محمد اشرف القادری النوری قدس سرہ۔ بانی امانت شرعیہ، نیپال مفتی محمد امین الدین مصباحی، قدس سرہ سابق صدر المدرسین، مدرسہ حنفیہ اشرفیہ، لہان مصلح امت، مفتی محمد مصلح الدین قادری شیخ الحدیث مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ، لعل گوپال گنج، الہ آباد۔ ☆☆☆

مطالعہ

دنیاے سنیت میں حافظِ ملت کا مقام

محمد ابو ہریرہ رضوی

یوں تو حضور حافظِ ملت نے کئی جہتوں سے چمنِ اسلام کی آبیاری کی ہے اور ہر جہت اتنی روشن و تابندہ ہے کہ اس پر ہزاروں صفحات تحریر کیے جا سکتے ہیں، مگر ان سب سے قطع نظر اگر صرف شخصیت سازی اور جامعہ اشرفیہ کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس زاویۂ نظر میں بھی آپ کا مقام بالکل منفرد اور یکتا نظر آئے گا۔ سنی دنیا میں آپ کا کیا مقام ہے اور مذہبِ حق اہلِ سنت، مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ میں آپ کا کیا رول رہا ہے، ان ساری باتوں کا جواب اگر ایک لفظ میں دینا ہے تو فقط ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کہہ دینا کافی ہوگا۔ آیئے درج ذیل سطور میں ان کے کارناموں کی ایک مختصر سی جھلک دیکھتے چلیں جو سنی دنیا میں آپ کی ناقابلِ فراموش قربانیوں کی منظر کشی کرتی ہے۔

اشرفیہ ایک انقلابی تحریک: برصغیر ہند و پاک میں یوں تو ہزاروں مدارس قائم ہیں، مگر ان میں جو امتیاز، اعتبار، اہمیت اور معنویت اس وقت جامعہ اشرفیہ مبارک پور کو حاصل ہے، وہ (بہ استثناے چند مدارس) کسی اور کو حاصل نہیں۔ حافظِ ملت نے مبارک پور میں قدم رنجہ فرما کر اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا پورے اخلاص وللّٰہیت، استقلال و پامردی کے ساتھ استعمال کیا اور اہلِ سنت کی تعلیمی صورتِ حال میں ایک خوش گوار، پائیدار اور تاریخی انقلاب پیدا فرمایا جو اہلِ سنت کے تحفظ و بقا، سلامتی و دفاع اور تعمیر و ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ بنا، اگر حافظِ ملت نے یہ تعلیمی انقلاب برپا نہ کیا ہوتا تو آج اہلِ سنت کی حالت کچھ اور ہی ہوتی۔ حافظِ ملت نے اپنی آنکھوں میں جو خواب سجا کر اشرفیہ کا پودا لگایا تھا، آج وہ تناور درخت بن کر پھل دینے لگا ہے اور اس پھل کے بیج سے اور بھی درخت وجود میں آکر پھل دینے لگے ہیں، جن سے سارا عالم معطر اور مشک بار ہو رہا ہے۔ یہ حافظِ ملت کی نگاہِ کیمیا ہی کا اثر ہے کہ آج فاضلانِ اشرفیہ تقریباً ہر شعبۂ حیات میں بازی مارنے کے درپے ہیں۔ گذشتہ پندرہ سالوں سے جس تیزی سے مصباحی حضرات عصری اداروں کا رخ کر رہے ہیں، اس نے ہمارے حریفوں کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے، جسے دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ آئندہ پچیس سالوں میں یہ علما یونیورسٹیوں اور کالجوں کے علاوہ ملک کے دیگر اہم عہدوں پر فائز نظر آئیں گے۔ مختلف محاذ پر فرزندانِ اشرفیہ کے فخریہ کارنامے کسی بڑے انقلاب کا پتہ دے رہے ہیں۔ قصۂ مختصر یہ کہ حافظِ ملت نے قوم کو اشرفیہ عطا کر کے جس طرح سے قوم کی ضرورت کو پورا کیا ہے، وہ قیامت تک بھلایا نہ جا سکے گا۔

حافظِ ملت کی مربیانہ شان و عظمت۔ شخصیت سازی کے تناظر میں: حافظِ ملت کی زندگی کا سب سے نمایاں جوہر اپنے تلامذہ کی پر سوز تربیت اور ان کی شخصیتوں کی تعمیر ہے۔ آپ اپنے اس وصف خاص میں اتنے منفرد ہیں کہ دور دور تک کوئی آپ کا شریک و سہیم نظر نہیں آتا۔ شخصیت سازی سے میری مراد اپنے تلامذہ کو ان اوصاف کا حامل بنانا ہے جو ایک مردِ مومن کی زندگی کا لازمہ ہوا کرتی ہیں۔ شخصیت سازی کا فن کس قدر دشوار کن ہے، وہ اہلِ نظر سے مخفی نہیں، مگر حضور حافظِ ملت کردار سازی اور شخصیت نوازی میں اپنی مثال آپ نظر آتے ہیں۔ تاج محل کی تعمیر آسان ہے، مگر شخصیتوں کی تعمیر بہت ہی مشکل کام ہے۔ مگر چوں کہ حافظِ ملت کو اس کام سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، اس لیے مشکل ہونے کے باوجود نہایت ہی حسن و خوبی سے انجام دیا اور آج ان کے بنائے ہوئے کردار اور سنواری ہوئی شخصیتیں دوسروں کو بنا سنوار کر انھیں مستقبل کے لیے تیار کر رہی ہیں اور صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرونِ ہند بھی حافظِ ملت کے خوشہ چیں میر کارواں بن کر اپنے مربی اور مشفق باپ کی تحریک کو اوجِ ثریا تک پہنچانے میں کوشاں ہیں۔ شخصیت سازی کے آنگن میں جو پھول کھلے ہیں ان میں اگر صرف ناموں کی ایک فہرست مرتب کرنے بیٹھا جائے تو ایک ضخیم دفتر درکار ہوگا۔

شخصیت سازی کے لیے کسی معلم و مصلح میں درج ذیل پانچ اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) شفقت (۲) ذہانت (۳) تدبر (۴) علم (۵) تقویٰ۔

اور حقائق و شواہد بتاتے ہیں کہ یہ پانچوں اوصاف حافظِ ملت کی زندگی میں ابھرے ہوئے نقوش کی طرح نمایاں تھے۔ آپ اپنی شخصیت سازی سے اس قدر مطمئن تھے کہ بارہا فخریہ انداز میں اپنے خوشہ چینوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے شکرِ خداوندی بجا لاتے۔ چناں چہ ایک مرتبہ جشنِ تاسیس الجامعۃ الاشرفیہ کے زریں موقع پر ابناے اشرفیہ قدیم سے خطاب فرماتے ہوئے رقت انگیز لہجہ میں یوں گویا ہوئے:

''میں نے آج تک کوئی کاغذی اخبار و اشتہار تو نہیں شائع کیا مگر ہاں (مفتی شریف الحق امجدی، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، علامہ ارشد القادری، علامہ بدر القادری، علامہ قمر الزماں اعظمی اور دیگر موجود ممتاز شاگرد علما کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) یہ ہیں اشرفیہ کے وہ زندہ جاوید اخبارات و اشتہارات جنھیں ہم

نے بڑے اہتمام کے ساتھ خونِ جگر کی سرخیوں سے شائع کیا ہے۔" (ملفوظاتِ حافظِ ملت، ص:۱۳۳،۱۳۴)

حافظِ ملت کی معلمانہ حیثیت تفسیر، حدیث اور فقہ کے تناظر میں: حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ ایک عظیم مفسر قرآن تھے، انھیں اس مبارک علم میں مراحلِ کمال تک ایسی رسائی نصیب تھی کہ بہت ہی قلیل مدت میں اپنے باصلاحیت طلبہ میں منتقل فرمادیا کرتے تھے۔؛ دورانِ درسِ تفسیر و قرآن ایسے ایسے نکات بیان فرماتے کہ طلبہ عش عش کر اٹھتے۔ صاحبانِ علم و فن حضرات مفسرین قرآن سے بہ تقاضاے بشریت لغزشیں بھی ہو جایا کرتی ہیں۔ آپ صرف طلبہ کو کتبِ تفسیر کا سبق ہی نہیں پڑھاتے تھے، بلکہ روحِ تفسیر سے آشنا فرمادیتے تھے۔ ان کی نگاہ ہیں مفسرین کی لغزشوں کو بھی گرفت میں رکھتی تھیں۔ چناں چہ جہاں جہاں مفسرینِ کرام سے تسامح کا صدور ہوا ہے وہاں بطور خاص تنبیہ فرمادیتے تھے۔

علمِ حدیث حافظِ ملت کا خاص میدان تھا، درسِ حدیث بالخصوص درسِ بخاری شریف کے دوران عشقِ نبوی اور محبتِ مصطفوی کے پیمانے چھلکا کرتے تھے۔ جہانِ حدیث کے رموز سے آشنائی اس حد تک تھی کہ طلبہ سن سن کر نعرہ زن ہوجاتے تھے۔ خطیبِ مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کی ایما پر ماہ نامہ پاسبان میں منتخب احادیث کی توضیح و تشریح لکھنا شروع کیا تو اہلِ نظر نے خوب خوب سراہا اور پاسبان کی مقبولیت میں چار چاند لگ گئے۔ چناں چہ بعد میں احباب کی خواہش کے پیشِ نظر چند شائع شدہ حدیثی توضیحات "معارف الحدیث" کے نام سے منظرِ عام پر آئیں، جسے علمی طبقہ نے کافی پسند کیا۔

حافظِ ملت کو باضابطہ مسندِ افتا پر بیٹھ کر فتویٰ نویسی کا موقع تو نہیں ملا مگر اس کے باوجود قیامِ مبارک کے دوران ہزاروں فتاوے آپ کے قلمِ حق رقم سے صادر ہوئے جن سے تفقہ فی الدین کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ہدایہ اور دیگر درسِ نظامی کی فقہی کتابوں کی توضیحات و تشریحات دیکھنے اور سننے سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ کے فتاوے پر مشتمل صحیفہ بہت جلد "فتاویٰ حافظِ ملت" کے نام سے شائع ہونے والی ہے۔ جس سے آپ کی فقہی صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

سنی دنیا میں حافظِ ملت کا مناظرانہ مقام: حضرت حافظِ ملت ایک کامیاب مناظر ہی نہیں بلکہ مناظر ساز بھی تھے۔ ان کی مناظرانہ شان اس قدر بلند تھی کہ فریقِ مخالف کے بڑے بڑے سورما ان کے مقابل آنے سے گھبراتے تھے۔ مناظرۂ مبارک پور کے دوران تنہا صرف اپنے طلبہ کو ساتھ لے کر جس کمال و خوبی سے دیوبندی جماعت کے سرخیل مناظرین سے مقابلہ کیا وہ تاریخ کا روشن باب بن چکا ہے۔ ایک طرف روزانہ تیرہ تیرہ فقہی کتابوں کا درس دیتے، مدرسہ کے انتظامی امور کی نگرانی اور اپنے معمولات کی تکمیل فرماتے تو دوسری طرف اس معرکے کے لیے محض عصر و مغرب کے درمیانی وقفے میں طلبہ سے دیوبندی مناظر کی شبِ گذشتہ کی تقریر کے اعتراضات سماعت فرماتے اور بروقت انھیں جوابات کے لیے کتابوں کی نشان دہی فرماتے جاتے۔ حافظِ ملت کے فیضِ صحبت سے طلبہ بھی اتنے قابل، ذہین و فطین اور فنِ مناظرہ کے ماہر ہوگئے تھے کہ خصم کی تقریر سنتے ہی اہم باتوں کی تلخیص کر کے اس کے مناسب جوابات تیار کرلیا کرتے تھے۔

مبارک پور میں حافظِ ملت کے مقابلے پر دیوبند، سہارن پور، مئو، گھوسی تک کی پوری دیوبندی علمی اور فکری مشینری لگی ہوئی تھی "المصباح الجدید" کی اشاعت کے بعد سالوں محنت کر کے جب دیوبندی جماعت نے "مقامع الحدید" کے نام سے "سوال چنیں جواب دیگر" کا مرقع بنا کر پیش کیا تو مناظرِ اعظم حافظِ ملت علیہ الرحمہ نے تحریری مناظرے کے طور پر ایک ہفتہ کے اندر "العذاب الشدید" کا مسودہ تیار کر کے اپنے شاگرد مولانا محبوب اشرفی مصباحی علیہ الرحمہ کے نام سے شائع کیا۔ دنیا اس پر حیرت زدہ ہے کہ آج نصف صدی سے بھی کافی عرصہ ہوگیا، مگر دیوبندی لابی کے پاس آج بھی اس کا جواب نہ بن سکا۔ حافظِ ملت بارہا فرمایا کرتے: اس کا نام "العذاب الشدید" اللہ کے عذاب کا بھلا کیا جواب ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں بھوج پور، اعظم گڑھ، مبارک پور، سنت کبیر نگر کے مناظرے میں آپ نے خداداد صلاحیتوں سے حق کا پرچم بلند کیا، جس پر وہ حضرات گواہ ہیں جو ان کے زریں عہد دیکھنے کا شرف رکھتے ہیں۔

حافظ ملت کی سیاسی بصیرت و قیادت: حافظ ملت علیہ الرحمہ جہاں صدر الشریعہ اور اعلیٰ حضرت علیہما الرحمہ کے علم و فضل کے امین تھے، وہیں ان کے مصلحانہ کردار اور سیاسی بصیرت و قیادت کے بھی امین تھے۔ آپ نے تعمیر شخصیات کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو سیاسی شعور بھی عطا کیا۔ سیاست کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے والے ہزاروں مسلمانوں کو انی سیاسی بصیرت کے نور سے بے خوفی اور طمانیت کی روشن شاہ راہ پر لا کھڑا کیا۔ انھیں وطنِ عزیز ہند ہی میں رہ کر باوقار مومنانہ زندگی گزارنے کا حوصلہ بھی دیا اور سلیقہ بھی بخشا۔

۱۹۴۷ء کے ہنگامۂ ترکِ وطن کے وقت جب تقسیمِ ہند کے بعد مسلمان سیاسی آندھیوں کی زد میں آکر ترکِ وطن کرنے لگے تو آپ نے بروقت اپنی دور بین نگاہوں سے ان کے تاریک مستقبل کو دیکھتے ہوئے "ارشاد القرآن" لکھ کر ان کی رہ نمائی کی جس کے لیے بہترین اثرات مرتب ہوئے۔ اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ بدر القادری مصباحی رقم طراز ہیں:

"۱۹۴۷ء کے ہنگامۂ ترکِ وطن میں مبارک پور میں "ارشاد القرآن" مفت تقسیم کی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بھی مسلمان نے ترکِ وطن نہیں کیا۔ یہ تھا خلوص اور دینی و ملی درد میں ڈوبی ہوئی تحریر کا

اثر تھا۔" (حیاتِ حافظِ ملت، ص:۴۳۳)

آل انڈیا سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد کے پیش نظر آپ نے بھی اس کی رکنیت حاصل کر لی تھی، مگر جب آپ نے دیکھا کہ یہ بھی چند سیاسی قائدوں اور اقتدار کے پجاریوں کی حمایت میں لاف زن ہے تو اس سے مستعفی ہو گئے۔ مسلم لیگ کی سیاسی چالوں کا گہرائی سے جائزہ لیا تو یہ سچائی کھل کر سامنے آئی کہ کانگریس کی طرح مسلم لیگ بھی مسلمانوں کے لیے سمِ قاتل سے کم نہیں۔ چناں چہ اپنی سیاسی بصیرت و قیادت کا ثبوت دیتے ہوئے کانگریس اور مسلم لیگ کی گھناؤنی سیاست اور اسلام دشمنی سے مسلمانوں کو خبردار کرنے اور لیگ کے جال میں پھنسے ہوئے بہت سے علماے اہلِ سنت اور ذمہ دارانِ قوم کو لیگ کے جال سے نکالنے کے لیے تمام تر دینی دردمندی کے ساتھ حقائق و شواہد کی روشنی میں ایک رسالہ بنام "الارشاد" لکھ کر تقسیم کروادیا۔

چناں چہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ پہلے سے اس مدبرِ اعظم نے مسلمانوں کو چوکنا کر دیا کہ مسلم لیگ کا مقصد نہ تو پاکستان بنا کر اسلامی حکمت قائم کرنا اور نہ ہی مسلمانوں کی خیر خواہی مقصود تھی، ہاں اس کی آڑ میں اپنی سیاسی روٹیاں سینکنا مقصود تھا جو ہوا بھی کہ قیامِ پاکستان کے بعد آج تک وہاں اسلامی احکام و فرامین نافذ نہ ہو سکے۔

سنی دنیا میں آپ کے قرطاس و قلم کی فرماں روائی: اگرچہ کتاب اور تصنیف و تالیف کے اعتبار سے آپ کی ذات کچھ محدود نظر آتی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اس میدان کے غازی نہیں تھے۔ کثرتِ مشاغل کے باوجود درج ذیل کتابیں لکھ دینا ایک طرف اصلاحِ امت کی فکر کا پتہ دیتا ہے تو دوسری طرف آپ کی قلمی صلاحیت کی عکاسی بھی کر رہا ہے۔ بلکہ سچائی تو یہ ہے کہ اگرچہ آپ نے کثرت سے کتابیں نہیں لکھیں، مگر اتنی کثرت سے مصنفین، مؤلفین اور مترجمین پیدا فرما دیے کہ آج ان کا ہم پلہ ملنا مشکل نظر آتا ہے۔ فیض یافتگانِ حافظِ ملت کی علمی، تحقیقی اور تنقیدی تحریریں پڑھ کر اہلِ ذوق سامانِ تسکین فراہم کرتے ہیں اور انھیں اس میدان میں ایک آئیڈیل کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔

حافظِ ملت علیہ الرحمہ کے دستِ فیض رقم سے نکلی ہوئی کتابوں کی فہرست ذرا کم ہے، جس کا خود آپ کو ہمیشہ قلق رہا۔ آخری زمانے میں افسوس کرتے ہوئے فرمایا: "مجھے لوگوں نے کسی کام کا نہ رکھا، غیر اہم اور غیر ضروری کاموں میں مجھے ایسا الجھا دیا کہ لکھنے کا خاطر خواہ کام نہ ہو سکا، جس کا مجھے افسوس ہے، حالاں کہ اوائل عمر میں میرا قلم نہایت برق رفتار تھا۔ اور اب نہ وہ قوتِ دماغ ہے نہ ہی فرصت۔" (ماہ نامہ اشرفیہ، حافظِ ملت نمبر، ص:۴۱۳)

آپ کے قلم سے نکلی ہوئی کتابوں میں سے "المصباح الجدید" نے تو دنیاے دیوبندیت میں بھونچال مچا ہی دیا تھا مگر اس کے بعد "العذاب الشدید" لکھ کر مزید ایسی کاری ضرب لگائی کہ آس پاس کے دیوبندی حضرات اس کی ضرب سے آج بھی کراہ رہے ہیں۔ "الارشاد" اور "ارشاد القرآن" لکھ کر بر وقت آپ نے جو رہ نمائی کی تھی، دنیا اسے فراموش نہیں کر سکتی۔ "فرقہ ناجیہ" اور "انباء الغیب" پڑھ کر آج بھی باطل فرقے عقاب کی طرح ریت میں منہ چھپا کر طوفان کو ٹالنے کی ناکام کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔ احادیث کی روشنی میں عقائد و اعمال کی تصحیح کا جو کارنامہ "معارفِ حدیث" نے دیا ہے وہ بھی اہلِ علم پر مخفی نہیں ہے۔ خوب صورت فقہی گل دستہ "فتاویٰ حافظِ ملت" اشاعت پذیر ہو کر منظرِ عام پر آجائے گا تو دنیا حیرت زدہ نگاہوں سے اس کا مطالعہ کرے گی۔

سنی دنیا میں آپ کی شانِ خطیبانہ: اسلام و سنیت کے فروغ کے تین طریقے ہمیشہ اپنائے گئے، تقریر، تحریر اور تدریس۔ جب ہم حافظِ ملت کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو آپ ان تینوں صفتوں کے مظہر نظر آتے ہیں۔ اگرچہ آپ پورے طور سے تدریس سے منسلک نظر آتے ہیں، مگر تقریر و خطابت میں بھی خوب ملکہ رکھتے تھے۔ آپ کی تقریر حکمت و موعظت اور عمدہ نصائح پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔ آپ کی تقریر کی سب سے اہم خوبی یہ تھی کہ وہ ذہن و دماغ کو بے پناہ متاثر کرتی تھی۔ سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جایا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی تقریروں کا اثر ضرور ظاہر ہوا۔ خواہ جلسہ اصلاحِ معاشرہ کا ہو یا پھر تردیدِ باطل کی خاطر منعقد ہوا ہو۔ جس کی واحد وجہ یہ تھی کہ آپ کی بات دل سے نکلتی تھی اور دلوں میں جا کر چبھ جایا کرتی تھی۔ زبانی جمع خرچ اور لفاظی تقریروں سے بے پناہ نفرت فرمایا کرتے تھے۔ کبھی قومِ مسلم کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کو دیکھ کر مفکرانہ اصلاح کی کوشش فرماتے، کبھی قومِ مسلم میں ایک صالح انقلاب پیدا کرنے کی سچی لگن اور تڑپ میدانِ خطابت میں لاکھڑا کرتی تھی۔

"نماز" کے مسئلے پر خطاب فرماتے ہوئے "نمازِ فجر" کی اہمیت کو خوب اجاگر کرتے۔ ایک بار ایک مجمعِ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمانے لگے: "ایک انسان جو کئی دنوں کا تھکا ماندہ ہو اور اس کو کسی اچھے کمرے میں سلا کر ساتھ ہی یہ پیغام سنا دو کہ یہاں سانپ بھی رہتا ہے تو یقینی طور پر اسے خوف کے مارے نیند نہیں آئے گی۔ جب سانپ کے خوف سے نیند اڑ سکتی ہے تو دل میں خوفِ خدا جاگزیں ہونے کے باوجود نمازِ فجر کے وقت نیند آجائے، یہ عقل سے لگتی ہوئی بات نہیں۔"

(حیاتِ حافظِ ملت، ص:۲۳۱)

حافظِ ملت اربابِ علم و دانش کی نظر میں:

مفتیِ اعظم ہند: حضرت حافظِ ملت کے وصال کی خبر سن کر حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی کیا کیفیت تھی، اسے ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی علیہ الرحمہ ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں:............(باقی، ص:۳۶ پر)

بہار میں تیرہویں صدی کے عالمِ ربانی

حکیم شاہ فرحت اللہ کریم چکی

مفتی محمد ولی اللہ قادری

بہار کے صوفیائے کرام میں حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ کریم چکی قدس سرہ، ملقب بہ مخدوم "حسن دوست" ایک اہم نام ہے۔ آپ کا مزار محلہ کریم چک چھپرہ ضلع سارن (بہار) میں دو سو سال سے زائد مدت سے مرجع خاص وعام ہے۔ حکیم شاہ فرحت اللہ قدس سرہ کی پیدائش محلہ کریم چک میں ہی ۱۱۶۸ھ مطابق ۱۷۵۳ء کو ہوئی۔ آپ کے والد حکیم شاہ عزت اللہ قدس سرہ تھے۔ آپ کا خاندان مانک پور (اودھ) سے کریم چک چھپرہ آیا۔ حکیم شاہ فرحت اللہ کے جدّ اعلیٰ حضرت حاجی شاہ عبدالکریم حسامی چشتی مانک پوری نے چھپرہ اور سیوان کو اپنی تبلیغ اور رشد وہدایت کا مرکز بنایا۔ حاجی عبدالکریم چشتی کے نام پر محلہ کا نام کریم چک پڑا۔ حاجی عبدالکریم چشتی قدس سرہ تک آپ کا سلسلہ نسب یوں پہنچتا ہے۔ حکیم شاہ فرحت اللہ بن حکیم شاہ عزت اللہ بن شاہ محمد افضل بن شاہ عبداللہ شہید بن شاہ عبدالکریم حسامی چشتی۔

حکیم شاہ فرحت اللہ قدس سرہ کا خاندانی سلسلہ چشتیہ اور سلسلۂ نسب فاروقی ہے۔ یہ دیگر بات ہے کہ آپ کے والد حضرت رسول نما بنارسی سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت تھے۔ مگر آپ سلسلہ قادریہ اور فردوسیہ میں حضرت مخدوم حسن علی عظیم آبادی خلیفہ حضرت مخدوم منعم پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرید تھے۔ "حسن دوست" لقب پیر و مرشد کی جانب سے عطا کردہ ہے۔ حکیم شاہ فرحت اللہ کا سلسلۂ نسب مشہور چشتی بزرگ حضرت حسام الدین چشتی مانک پوری سے ہوتا ہوا حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ حضرت مخدوم حسن دوست کے جدّ اعلیٰ حضرت حسام الدین چشتی، حضرت علاء الحق پنڈوی (پیر و مرشد حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی کچھوچھوی قدس سرہ) کے صاحب زادے حضرت نور قطب عالم پنڈوی کے ممتاز خلیفہ تھے۔ حضرت شاہ حسام الدین چشتی فاروقی قدس سرہ کے ذریعہ سلسلۂ چشتیہ کا جو فروغ ہوا، وہ تاریخِ تصوف کا ایک روشن باب ہے۔ ماہرین علم تصوف کے مطابق حضرت شاہ حسام الدین قدس سرہ نے سرزمین مانک پور کو سلسلۂ چشتیہ کا ایک زندہ جاوید مرکز بنادیا۔

حکیم شاہ فرحت اللہ ایک بافیض اور صاحب کشف بزرگ ہیں۔ آپ کے کشف وکرامات کا ایک عالم معترف ہے۔ آپ کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ کے ممتاز خلیفہ قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی کے سگے دادا قاضی محمد اسماعیل قدیمی (وصال ۱۸۷۶ء) قدس سرہ لکھتے ہیں:

"صدر نشین موحدین، تاج الواصلین عارف باللہ حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ قدس سرہ کا نام نامی شاہ فرحت اللہ اور لقب مخدوم شاہ حسن دوست ہے۔ بڑے حضرت (حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہ) کے حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری استدعا ہے کہ اگر میرے لیے فقیری کا فیصلہ فرمائیں تو بایزید کی طرح اور بادشاہت بخشیں تو مانند سکندر۔ آپ نے انھیں حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہ کے سپرد فرمادیا۔ حضرت مخدوم حسن علی قدس سرہ نے ایک توجہ ان پر ایسی ڈالی کہ تین دنوں بعد اس کیفیت سے افاقہ ہوا اور کامیاب و بامراد ہوگئے۔ آپ حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہ کی مقبول و منظور نظر تھے اور حسن دوست کا لقب انھیں کا عطا کردہ ہے۔ طریقہ قادریہ میں بیعت کا شرف رکھتے تھے لیکن دوسرے سلسلے کو بھی اور بزرگوں سے حاصل فرمایا تھا۔ حضرت مولانا وارث رسول نما بنارسی کا سلسلہ قادریہ ان کا خاندانی سلسلہ تھا۔ ان کی وضع آزادانہ تھی۔" (اخبار اولیاء، اردو۔ ص۔ ۵۰)۔

حکیم شاہ فرحت اللہ کی تعلیم و تربیت خاندان کے بزرگوں کے زیر نگرانی ہوئی۔ علوم متداولہ کے ساتھ علم حکمت وطبابت آپ کو ورثہ میں ملا۔ آپ کے خاندان کے طبابت و تصوف کے سلسلے میں پروفیسر سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی رقم طراز ہیں:

"اس خانوادے میں طبابت و حکمت کا ذوق سب سے نمایاں تھا اور ذوق تصوف اس پر مزید تھا۔ کریم چک اور اُس کے اطراف کے کئی گاؤں میں اس خاندان کی زمینداریاں بھی پھیلی ہوئی تھیں۔ حاجی الحرمین

استاد شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج، چھپرہ، بہار

حضرت شیخ عبدالکریم حسامی چشتی مانک پوری قدس سرہ کے پوتے حضرت عبداللہ شہید فاروقی ابن شیخ عبدالحکیم خاندان کریم چک کے مشہور ومعروف مورث اعلیٰ ہوئے اور ان کی اولاد اور جزئیت میں اللہ تعالیٰ نے خوب برکت عطا فرمائی...... حکیم شیخ مسیح اللہ کے ذریعہ اس فاروقی خاندان کو طبابت و حکمت کی پہنچان نصیب ہوئی۔ شیخ مسیح اللہ نے حکیم ارزانی دہلوی (مصنّف طب اکبر) کے کسی شاگرد سے فن طبابت و علم حکمت حاصل کی تھی اور ان کی کامیاب طبابت نے انہیں چھپرہ سے شہر پٹنہ یعنی راجدھانی پہنچادیا تھا۔ پٹنہ سیٹی کے محلہ مغل پورہ میں واقع حویلی عطا اشرف خاں میں ان کا مطب مشہور تھا(اعیان وطن:۳۶۲)۔ ان کے دونوں بھائی شیخ فصیح اللہ اور شیخ عزت اللہ بھی علم حکمت وفن طبابت سے مزین تھے... ان تینوں بھائیوں کی اولاد میں حضرت حکیم شاہ عزت اللہ کریم چکی کے صاحب زادے حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ کریم چکی کو سب سے زیادہ شہرت وبزرگی حاصل ہوئی۔ ملخصّا۔ (مقدمہ اسرار الصلوۃ، ص:۵تا۷)

حکیم فرحت اللہ عالم جوانی میں ہی حضرت مخدوم منعم پاک رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوگئے۔ واضح ہو کہ اپنے چچا حکیم مسیح اللہ کے مغل پورہ مطب کی وجہ کر عظیم آباد تشریف لے گئے اور یہی سفر حضرت منعم پاک سے زیارت کا سبب بنا۔ حضرت مخدوم منعم پاک کی زیارت اور آپ کی خانقاہ کی فضا نے آپ کو اس قدر متبرک کیا کہ یکسر آپ کی دنیا بدل گئی اور حضرت منعم پاک کی خدمت میں یہ عریضہ پیش کرنے کا حوصلہ مل گیا:

”حضرت! بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت نوازا ہے۔ آپ دونوں ہاتھوں سے فضل الٰہی تقسیم فرماتے ہیں۔ میں بھی ایک سائل ہوں لیکن میری حاجت یہ ہے کہ اگر میرے لیے حکمت بخشنے کا ارادہ فرمائیں تو لقمان کی مثال زندہ ہوجائے اور حکومت بخشنا چاہیں تو حضرت سلیمان کی یاد تازہ ہوجائے۔“

حضرت منعم پاک کا وصال سنہ ۱۱۸۵ھ میں ہوا۔ اس لحاظ سے حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ محض سترہ سال کی کم عمر میں ہی حضرت منعم پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر ایسا عالمانہ وفاضلانہ سوال کیا۔ حضرت حکیم صاحب کا سوال عصر حاضر کے لیے غیر معمولی ہے۔ حضرت حکیم قدس سرہ نے اس سوال میں نہ صرف اپنا عقیدہ واضح فرمایا تھا بلکہ عصر حاضر کے غلامان غوث وخواجہ اور دیوانان اولیا کے لیے ایک بڑی دلیل دستیاب فرمادی۔ نیز بزرگوں سے سوال کرنے کا سلیقہ اور پیرو مرشد کے اختیارات کی تفہیم کا حوصلہ بھی حکیم فرحت اللہ نے بخش دیا۔

بہرکیف! حضرت منعم پاک نے نظر کرم فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا ”حسن علی (میرے مرید وخلیفہ) کے پاس جاؤ اور اپنا مدعا پیش کرو۔ حکم پاتے ہی حکیم فرحت اللہ جذبۂ شوق سے لبریز ہوکر مخدوم حسن علی قدس سرہ کے حضور مسجد میر تقی حاضر ہوئے اور وہی سوال کیا۔ حکیم قدس سرہ مخدوم حسن علی قدس سرہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اخیر عمر تک ان کے ہوگئے۔ حکیم فرحت اللہ کے سوال کا جواب اُن کے مرشد مخدوم حسن علی قدس سرہ نے کیا دیا اور اُس کے بعد کیا ہوا، وہ سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی کے قلم سے ملاحظہ کریں:

”مخدوم حسن علی نے صدائے درویش کے جواب میں عطاونوازش سے بھرپور اور قبولیت سے لبریز ایک نعرہ بلند فرمایا کہ سائل ہوش کھو بیٹھا۔ کچھ دیر بعد جب ہوش آیا تو حکیم فرحت اللہ والہانہ شوق کے ساتھ حضرت مخدوم حسن علی کے قدموں سے لپٹ گئے اور اس طرح ان کی تعلیم و تربیت طریقت کا آغاز ہوا۔ حضرت مخدوم شاہ حسن علی (م ۱۲۲۴ھ) کی خدمت میں حکیم فرحت اللہ کے جذب وشوق کو وہ تسکین ملی کہ ایک روز باضابطہ طور پر بیعت ہونے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت مخدوم حسن علی نے تڑپ بڑھانے کے لیے توقف فرمایا تو حکیم صاحب نے اپنے والد ماجد حکیم شاہ عزت اللہ سے بھی ارادہ کو ظاہر فرمایا کہ میں حضرت مخدوم حسن علی سے بیعت ہونا چاہتا ہو۔ آپ کے ارادے سے باخبر ہوکر والد ماجد یوں گویا ہوئے: ”یہ بہت اچھا ہے کہ تم ابوالعلائی نعمت کے طالب صادق ہو لیکن میری خواہش یہ تھی کہ بیعت اگر مجھ سے ہوتے تو بہتر ہوتا اور اگر تم کسی اور سے بیعت ہونا چاہتے ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن طریقہ قادریہ ہی میں ہونا۔“ حکیم فرحت اللہ نے والد ماجد کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض کیا: ”میرا اعتقاد تو مخدوم حسن علی کے دست مبارک پر سلسلۂ فردوسیہ میں ہے۔“ پھر جب مخدوم حسن علی کا ہاتھ حکیم فرحت اللہ نے بیعت کی نیت سے پکڑا تو جو کچھ واقع ہوا اُسے صاحب ’کیفیت العارفین‘ یوں بیان فرماتے ہیں:

”اُس وقت حضرت حکیم شاہ عزت اللہ کریم چکی نے اپنی خواہش کے مطابق بیٹے کو قادریہ سلسلہ میں داخل کرانے کے لیے حضور غوث پاک کے جناب مدد چاہی۔ بارگاہ غوثیت مآب سے توجہ ہوئی اور سرکار غوث پاک کی روح پاک بطور صورت مثالی اس موقع پر تشریف فرما ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ حسن علی، اس کی بیعت میرے سلسلہ میں قبول کرو۔

چنانچہ حضرت مخدوم حسن علی نے پھر ایک بار نوجوان طالب صادق حکیم فرحت اللہ سے پوچھا۔ کیا کہتے ہو؟ حکیم شاہ فرحت اللہ نے عرض کیا کہ سلسلہ فردوسیہ میں حضور۔ یہ سن کر حضرت مخدوم حسن علی لمحہ بھر کو ٹھٹھکے ہی تھے کہ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کی روح پاک کی تشریف آوری یہ کہتے ہوئے ہوئی کہ حضرت غوث الاعظم کے ارشاد کے باوجود تاخیر کیسی؟ حضرت مخدوم حسن علی نے ساری کیفیت بیان فرمادی کہ بیعت ہونے والا سلسلہ فردوسیہ کی طلب رکھتا ہے اور حکم سلسلہ قادریہ کا ہے۔ بہتر ہے کہ مجھ فقیر کے بجائے آپ دونوں ہی اس کام کو انجام دیں۔ چنانچہ حکیم صاحب کی بیعت اس طرح ہوئی کہ پیرو مرشد کے ہاتھ پر مخدوم جہاں کا بھی ہاتھ رہا اور پیران پیر کا بھی۔“

(مقدمہ اسرار الصلوۃ ص:۸تا۱۰)

مذکورہ بالا اقتباس ہر چند طویل ہے لیکن حضرت حکیم فرحت اللہ قدس سرہ کی شخصیت اور کشف و کرامت کا آئینہ بھی ہے۔ اس وقعہ سے بہت سارے احوال و آثار نیز عقائد آشکار ہو رہے ہیں۔ جس شخص کے ارادۂ نیک کا یہ عالم ہے تو یقین محکم اور عمل پیہم کا عالم کیا ہوگا۔ حکیم فرحت اللہ پر مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری اور غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی کی نوازشات ہی اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ حکیم قدس سرہ کو آپ کے پیرو مرشد نے ”حسن دوست“ جیسے لقب سے یاد فرمایا اور ہمیشہ اس کا اظہار فرماتے رہے جیسا کہ مکتوبات حسنیہ“ اس بات پر شاہد عدل ہے۔ حکیم شاہ فرحت اللہ کے پیرو مرشد نے اپنی حیات میں ہی شفقتیں اور نوازشات کی بارش نہیں فرمائی بلکہ بعد وصال بھی اس کا ثبوت پیش فرمایا۔ حکیم فرحت اللہ کے نامور خلیفہ اعلیٰ حضرت سید قمر الدین حسین قدس سرہ نے مخدوم حسن علی قدس سرہ کے وفات نامہ میں اس راز کو یوں افشاں کیا ہے:

”اس بار (بعد وصال) منھ کھلا ہوا تھا۔ میر صفدر حسین (جو حضرت کے مریدوں میں تھے) نے عرض کیا کہ حضرت کے پٹکا یا رومال سے تحت الحنک، (ریش مبارک کے نیچے سے رومال لگا کر دہن مبارک بند) کر دیا جائے تو میرے شیخ (حکیم شاہ فرحت اللہ) حضرت (مخدوم حسن علی) کے قریب گئے اور آداب بجالائے جیسے زندگی میں آداب بجالاتے تھے اور کہا ”یا حضرت! منھ بند کر لیجیے“۔ حضرت نے اپنا منھ بند کر لیا اور کچھ باندھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔“ (وفات نامہ مشمولہ مکتوبات حسنیہ، ص:۲۹۸)

حکیم فرحت اللہ پر پیرو مرشد کی نوازشات کا نتیجہ ہے کہ مخدوم حسن علی نے اپنی زندگی میں ہی ان کو اپنا جانشین اور سجادہ بنا دیا۔ حکیم قدس سرہ اپنے شیخ کے حکم کے مطابق ان کی حیات میں سجادۂ رشد و ہدایت پر بیٹھے اور طالبین و سالکین کو راہ حق دکھلاتے رہے۔ پیرو مرشد کے وصال کے بعد حکیم صاحب نے کمال عاجزی و انکساری کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت مخدوم حسن علی قدس سرہ کے برادر زادے حضرت شاہ جلال الدین شعیبی کو خرقہ و تبرکات پہنا کر آپ کے مسند سجادگی پر بیٹھا دیا۔

کہتے ہیں حضرت امیر خسرو کو اپنے مرشد محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا کے وصال کا غم اس قدر متاثر کیا کہ محبوب الٰہی کے وصال کے محض چھے ماہ بعد ہی آپ اس دنیائے فانی کو خیر آباد کیا اور اپنے مرشد سے جا ملے۔ حضرت شاہ حکیم فرحت اللہ اور ان کے مرشد شاہ مخدوم حسن علی قدس سرہ کا بھی معاملہ یہی رہا۔ شاہ حسن علی کے وصال ۲۷ ربیع الاول ۱۲۲۴ھ کے ایک سال بعد ۹ شعبان ۱۲۲۵ھ کا دن گزار کر دسویں کی شب میں بہ مقام کھجوہ سیوان میں انتقال فرمایا۔ دس شعبان کو آپ کے صاحب زادے حکیم شاہ مظہر حسین کھجوہ تشریف لے گئے اور آپ کا جنازہ چھپرہ لایا اور کریم چک میں دفن ہوئے۔ آپ کے مریدین و خلفا کی تعداد کثیر ہے۔ ان میں اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین عظیم آبادی (م ۱۲۵۴ھ)، حضرت حکیم شاہ مظہر حسین کریم چکی جنزادہ و سجادہ (م ۱۲۷۱ھ)، حضرت شاہ فضل علی (خواہرزادہ) اور منشی شیخ عنایت حسین (خواہرزادہ) مشہور و معروف ہیں۔

حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ قدس سرہ نے مخلوق خدا کی جس طرح جسمانی و روحانی علاج فرماتے رہے اُسی طرح قلم سے بھی رشتہ قائم رکھا۔ آپ کی علمی باقیات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اسرار الصلوۃ (۲) مظہر الاسرار اور رسالہ در شرح آیت قطبتین۔ مزبرآں آپ کے ملفوظات اور مکتوبات۔ آپ کے ملفوظات کا ایک مختصر مجموعہ رسالہ ”مرشدیہ“ بھی آپ کی علمی شخصیت کی گواہی دے رہا ہے۔ فی الحال ”اسرار الصلوۃ“ اور ’رسالہ مرشدیہ‘ پیش نظر ہے۔ حکیم فرحت اللہ کی دونوں یادگار تحریروں کو متن مع اردو ترجمہ، ایک جلد میں خانقاہ منعمیہ قمریہ پٹنہ سیٹی نے ۲۰۱۶ میں شائع کیا ہے۔ دونوں تحریروں کو فارسی سے اردو میں ترجمہ پروفیسر احمد بدر نے کیا ہے۔ اردو ترجمہ مترجم کے صاف ستھرا ذوق تحریر کی گواہی دے رہا ہے۔ متن اور ترجمہ دونوں کا مطالعہ ایک ساتھ کرنے سے قاری پر واضح ہو جارہا ہے کہ پروفیسر احمد بدر نے صرف ترجمہ نہیں کیا بلکہ مصنّف کی فکر کی ترجمانی بھی کر دی ہے۔

کتاب کے آغاز میں خانقاہ منعمیہ قمریہ پٹنہ سیٹی کے سجادہ نشین پروفیسر سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی کا مقدمہ، مصنّف کتاب اور قاری کے درمیان غیر معمولی رشتہ مستحکم کر رہاہے۔ ادھر چند سالوں سے خانقاہ منعمیہ جس تیزی اور منظم طریقہ سے بزرگوں کی کتابیں، رسائل اور ملفوظات و مکتوبات اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کر رہی ہے، عصر حاضر میں اُسے ایک عظیم علمی کارنامہ تسلیم کرنا چاہیے۔ خانقاہ منعمیہ اور سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی کی کاوشیں قابل صد ستائش تو ہیں ہی عصر حاضر کے سجادگان اور خانقاہوں کے متوالیان کے لیے درس عبرت و رغبت بھی۔ آج خانقاہوں اور سجادگان کا علمی جمود اور بزرگوں کے تبرکات کو اپنا ذاتی ورثہ سمجھنے کی جو غلطی عام ہو رہی ہے، اس تناظر میں پروفیسر رضوان اللہ آروی نے ٹھیک ہی لکھا ہے۔ موصوف مکتوبات حسنیہ، کے عرض مترجم کے تحت لکھتے ہیں:

"تو صاحبو! گذشتہ بیس برسوں کی بساط پر پھیلی ہوئی ان (شمیم منعمی) کی مہربانیاں ایک طرف آپ صرف اور دوسری طرف ان کا صرف ایک حکم "ترجمہ کرو۔" میں سرجھکا دیا اور انھوں نے مکتوبات حسنیہ، کے نسخوں کی فوٹو کاپی ایک خصوصی قاصد کے معرفت مجھے ارسال کر دی۔ یہ بھی کتنی عجیب بات ہے کہ آج جب لوگ اپنے مخطوطات کے سایہ سے بھی لوگوں کو دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مبادا میر اکریڈٹ کوئی اور نہ لے جائے، شاہ شمیم صاحب کا یہ فراخدلانہ مظاہرہ ان کے قلب صاف اور ہر قسم کے تحفظات و تعصبات سے ان کے پاک ہونے کا پتہ دیتا ہے۔"
(مکتوبات حسنیہ، ص ۱۹۔۱۸)

کتاب کا مقدمہ بہت ہی کارآمد ہے۔ اس مضمون کی تیاری میں راقم الحروف نے اس مقدمے سے بھرپور استفادہ کیا جس کے لیے راقم الحروف مقدمہ نگار کا مشکور و ممنون ہے۔ اس مقدمہ میں مقدمہ نگار سید شاہ شمیم منعمی نے حکیم شاہ فرحت اللہ کی سوانح، ان کی خدمات اور تصنیفات پر سیر گفتگو کی ہے۔ اس مقدمہ میں حکیم صاحب قدس سرہ کے سلسلے میں جس تفصیل سے اطلاعات دی گئی ہے، اتنی وافر مقدار میں معلومات و اطلاعات شاید ہی اردو میں کسی دوسرے مقام پر ملے۔ حکیم فرحت اللہ کی حیات و خدمات پر تحقیق کرنے والے محقق اور ان کے فیوض و کرامات سے محظوظ ہونے والے قاری کے لیے یہ مقدمہ یقیناً بنیادی ماخذ کا درجہ رکھتا ہے۔ مزید تفصیل سے قطع نظر دو اقتباسات نذر قارئین ہے:

"آپ (حکیم فرحت اللہ) نے بڑے اخفائے حال اور گوشہ نشینی کے ساتھ رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیا۔ طبابت کے پردے میں خلق اللہ کی خدمت کے بہانے اگر کوئی صاحب استعداد و صلاحیت نظر آتا تو اُس پر محنت فرماتے اور مرتبہ کمال تک پہنچا دیتے۔ اپنے شیخ کی طرح راہ طریقت کے لیے شریعت کی پابندی کو لازم بتاتے اور علم ظاہر کے بغیر ترقی راہ سلوک کو مشکل سمجھاتے، اخلاق کی پاکیزگی اور کردار کی بلندی کو اس راہ میں فرض قرار دیتے۔" (ص:۱۹۔۱۸)

"مشائخ صوفیہ شریعت کے اسرار و حکم پر سب سے زیادہ غور و فکر کرنے والے نظر آتے ہیں۔ احکام شریعت کی حکمتوں پر ان کی تصانیف میں کافی مواد ملتا ہے۔ بعض نے ارکان شریعت کے اسرار پر الگ الگ رسائل بھی تالیف فرمائے۔ اسی قبیل کا ایک عنوان اسرار لصلوۃ بھی ہے۔ اس نام سے کئی کاوشیں ملتی ہیں۔ شیخ بوعلی سینا کا بھی ایک رسالہ "اسرار ماهیت الصلوٰۃ" کے نام سے ملتا ہے..... ایک اطلاع کے مطابق شیخ بوعلی سیان کا یہ رسالہ بھی اسرار الصلوۃ کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ ابن قیم اور ابن رجب کے بھی اسی عنوان سے عربی رسائل ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوستان اور پاکستان کے دوسرے مشائخ کے بھی اسی نام سے رسائل ملتے ہیں لیکن زیر تحقیق و زیر طبع یہ رسالہ بالاتفاق حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ مخاطب بہ حسن دوست کا ہے۔" (ص:۲۲)

"اسرار الصلوۃ" اور "رسالہ مرشدیہ" کے مطالعہ سے پہلا تاثر یہی ملتا ہے کہ حکیم فرحت اللہ کی شخصیت، شریعت و طریقت کا آئینہ تھی۔ اسی لیے نماز اور تصوف پر اس قدر اہم اور یادگار تصنیف یادگار چھوڑی۔ نماز کے سلسلے میں نکات سے پُر اس قدر اہم تحریر کی اہمیت وافادیت ہر دور میں یکساں رہی ہے لیکن عصر حاضر میں اس کی ضرورت کچھ زیادہ اہم ہے۔ اسرار الصلوۃ اگر ایک طرف ان نام نہاد نمازیوں کے لیے آئینہ ہے جو نماز کی آڑ میں بزرگوں اور صوفیا پر طنز کر کے اپنی آخرت برباد کرتے ہیں تو دوسری جانب اُن بے فیض صوفیوں اور پیروں کو نماز کی جانب مخصوص دعوت دے رہا ہے۔ آج کل بعض نام نہاد پیروں کی عادت ہے کہ خود نماز نہیں پڑھتے اور اپنے مریدوں کو بھی اس سے دور رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کو تنبیہ کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم فقیر ہیں ہم کو اتنی فرصت کہاں کہ نماز پڑھیں۔ ہم تو طریقت والے ہیں اس لیے ہر وقت حضوری میں رہتے ہیں۔ وہ لوگ اپنے غیر شرعی فعل پر اس شعر کو دلیل بناتے ہیں:

نماز عابداں سجدہ سجودی   نماز عاشقاں ترک وجودی

حالاں کہ ان کو اس شعر کے معنوں کی بھی خبر نہیں۔ شعر کا معنی یہ ہے کہ عاشقوں کی نماز میں وہ حضوری ہوتی ہے کہ اُن کو اپنی جان کی بھی خبر نہیں رہتی، جس کی جانب "قرۃ عینی فی الصلوٰۃ" میں اشارہ ہے۔ اُن بے فیض پیروں کے لیے یہ دلیل کیا کافی نہیں؟ کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے تمام مراتب کے باوجود کبھی نماز ترک نہیں فرمایا۔

مصنّف اسرار الصلوٰۃ نے اپنی اس کتاب میں جہاں شرعی مسائل کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی ہے وہیں نماز کے اسرار کو مختلف زوایے سے بیان فرمایا۔ کتاب پر مزید گفتگو سے قطع نظر راقم الحروف بہتر سمجھتا ہے کہ مصنّف اور قاری کی ملاقات جلدی سے کرادے۔ لیجیے مصنّف کے اسرار کی ایک جھلک دیکھیں اور خوب محظوظ ہوں:

”دنیا کی مخلوقات تین قسم کی ہیں۔ حیوانات، نباتات اور جمادات اور دنیا سے اوپر کی مخلوقات فرشتے وغیرہ ہیں جن کے بارے میں سب جانتے ہیں۔ یہ سب عبادت الٰہی میں مشغول ہیں۔ چنانچہ قیام، پیڑوں کی شکل ہے اور رکوع، جانوروں کی صورت ہے۔ سجود و قعد جمادات کی حالت ہے۔ فرشتوں میں بہت سے قیام کی حالت میں ہیں، بہت رکوع میں، بہت سے سجدے میں اور بہت سے قعدے میں۔ اس اعتبار سے افضل ترین عبادت وہی ہوئی جس میں ان تمام عبادات کی ادائیگی ہوجائے۔“(ص:۳۶)

”اُس (رکوع) کے بعد سجدہ کی حالت میں گیا اور سجدہ بھی دو کیا تو پہلا سجدہ بندگی کا ہے اور دوسرا شکر کا کہ اس کی بندگی میں داخل ہوئے۔ سجدے کا راز یہ ہے کہ شیطان رجیم حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو ایک سجدے کے نہ کرنے سے گمراہی کا شکار ہوا۔ افسوس ہے اُس پر جو اپنے معبود کو سجدہ نہ ادا کرے، اس وجہ سے سجدۂ عبدیت یا بندگی فرض ہوا۔' (ص:۳۷)

”سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں خود اپنی حقیقت معلوم ہوتی ہے، جو مٹی ہے، اور یہ انتہائی پستی کا مرتبہ ہے اور وہ ذات پاک سب سے بلند ہے۔“ (ص:۳۸)

”سورۃ فاتحہ اور دوسری ملائی جانے والی سورت کے درمیان جو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتا ہے وہ اس لیے کہ وحدت اور احدیت کے بیچ ایک دوری ہوجائے۔ یعنی وہ حاضر ہے، خواہ وحدت کے مرتبے میں ہلاک کر، یا احدیت کے مرتبے میں۔“ (ص:۴۰)

پیش کردہ چاروں اقتباسات کے مطالعہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ مصنّف کی نظر کہاں تک تھی۔ اسرار الصلوٰۃ اور رسالہ مرشدیہ ہر چند مختصر تحریر ہے لیکن اس کے بین السطور میں نہ معلوم کتنے جہاں معنی پوشیدہ ہیں۔ سمندر کو کوزے میں بھرنے والا محاورہ یقیناً دونوں جگہ صدفی صد صادق آتا ہے۔ رسالہ ”رسالہ مرشدیہ“ کے جامع اعلیٰ حضرت سید قمرالدین حسین علیہ الرحمۃ ہیں۔ انھوں نے اس رسالے کو اپنے مختصر پیش لفظ سے مزین بھی کیا ہے جس میں انھوں نے رسالہ مرشدیہ کو عمل کرنے والوں کے لیے اصول اور قاعدے کی بنیاد تسلیم کیا ہے۔ مطالعہ کے بعد اس بات پر بھی یقین ہو جاتا ہے۔ 'رسالہ مرشدیہ“ کے مخاطبین حضرت حکیم شاہ مظہر حسین اور حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ کے نامور خلفا ہیں جن کی ہدایت کے لیے یہ منثر تحریر ہے۔ رسالہ مرشدیہ ہر چند مخصوص حضرات کے لیے وجود پایا ہے مگر اس کا دائرہ کار خواص کے ساتھ عوام تک پھیلا ہوا ہے۔ عقائد اور اعمال دونوں کا یہ ایک عظیم رہنما ہے جس سے ہمارے ظاہری اعمال اور قلبی کیفیات کی اصلاح ہوتی ہے۔ رسالہ مرشدیہ کے بھی چند اقتباسات ملاحظہ کریں تاکہ راقم الحروف کی رائے سے آپ متفق ہو سکیں:

”دنیا تعلقات کا نام ہے، خواہ بیوی بچے ہوں یا کوئی اور چیز“ (ص:۶۲)

”دین مہر کی ادائیگی کو لازم جانیں، اگر صلاحیت ہو تو ایک بار ورنہ تھوڑا تھوڑا کرکے۔“ (ص:۶۰)

”پانچوں وقت جب وضو کریں تو وضو کے بچے ہوئے پانی کو پی جائیں، اس پانی سے استنجا بھی کر سکتے ہیں۔“ (ص:۶۴)

”میرے ساتھیوں کو بتادیں اور آپ بھی اس طرح سے نماز پڑھیں تاکہ فنائے کلی ہاتھ آئے۔ یعنی اپنے برزخ کو برزخ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اپنے وجود کو اللہ کا وجود سمجھ کر نماز پڑھیں اور جو بھی قرآنی آیات پڑھیں ان کو پڑھتے وقت یہ خیال رہے کہ یہ خطاب حضرت حق (اللہ تعالیٰ) نے حضرت (محمد) ﷺ سے کیا ہے اور جواب حضرت ﷺ نے یہ تسبیح وتہلیل کی ہے اور اسی لیے حضرت ﷺ نے نماز کی فضیلت میں ارشاد فرمایا ہے کہ الصلوٰۃ معراج المومنین۔“ (نماز مومنوں کی معراج ہے)

پیش کردہ اقتباسات ایک بار پھر مطالعے کی دعوت دے رہا ہے۔ مصنّف نے جہاں تصوفانہ فکر پیش کی ہے وہیں عائلی مسائل کی طرف رہنمائی بھی فرمائی ہے۔ تیسرے اقتباس میں فقہی جزئیات کی جانب اشارہ فرما کر اپنی فقہی بصیرت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اخیر کا اقتباس ہم سنی مسلمانوں کے عقائد و نظریات کی تصدیق فرماتو رہا ہے ہی ساتھ ہی ساتھ بدعقیدوں کے اس گمراہ کن عقیدہ کہ ”نماز میں اگر نبی ﷺ کا خیال آگیا تو نعوذ باللہ نماز باطل ہوجائے گی۔“ پر آخری کیل ٹھوک دیا ہے۔ یہ اقتباس اہالیان خانقاہ کو خصوصی دعوت دے رہا ہے۔ نیز ان حضرات کو بھی دعوت فکر دے رہا ہے۔ جو بدعقیدوں کے اس غلط عقیدے کو فروعی اختلافات سے تعبیر کرکے اُن کی گمراہی میں مددگار بنتے ہیں۔

”اسرار الصلوٰۃ“ اور ”رسالہ مرشدیہ“ میں اشارات وکنایات اس

قدر ہیں کہ ان کے مفاہیم تک رسائی عام قاری کے بس کی بات نہیں۔ تصوف کی زبان پر قدرت ہر کس وناکس کا روگ نہیں۔ اس لیے حکیم فرحت اللہ قدس سرہ کی مذکورہ تحریروں کی تشریحات و توضیحات کی اشد ضرورت راقم الحروف محسوس کرتا ہے تاکہ خواص کے ساتھ عوام بھی حکیم قدس سرہ کے قلمی باقیات وتبرکات سے مکمل مستفیض ہوسکیں۔ اشارات وکنایات اور متصوفانہ اصطلاح سے بھرپور محض ایک اقتباس قارئین کی خدمت میں حاضر ہے:

”غفلت کو کہنا چاہیے کہ خود سے بھی غافل نہ ہو اور دین و دنیا کا مقابلہ کر۔ لالچ کو کہنا چاہیے کہ دوست کے جمال کا لالچ کر۔ شہوت کو کہنا چاہیے کہ تو نے ازل سے دوست کے ساتھ اپنا جوڑا بنایا ہے اب کسی اور کے ساتھ سونا تو بازاری عورت کا طریقہ ہے اور یہ شریعت میں منع ہے۔ غصہ نفس پر کرے اور حسد شیطان سے کرنا چاہیے اور کینہ خود اپنے کمینے نفس سے رکھنا چاہیے، اور کنجوسی دوست کے علاوہ کسی اور کو دیکھنے سننے میں کرنی چاہیے، اور مکاری دشمنوں کے ساتھ بہتر ہے۔ شرع کے مطابق دشمنوں کے ساتھ مکر زمین کے جیسا ہے۔ (شرع کے مطابق دشمنوں کے ساتھ مکر زمین کے ساتھ دوستی ہے۔) نادانی عقل کی مدد سے کسی چیز کی نمائش کرتی ہے لیکن عقل کل کا ساتھ ملنے پر ہی اُسے سنوارتی ہے یعنی تم حقیقتاً کچھ بھی عقل نہیں رکھتے۔ جتنی بھی عقل تمھارے پاس ہے اس کی جانکاری اس عقل کے معاملات کو جاننے والے شریعت کے مالک نے دی ہے۔ اس عقل سے کسی کام کو کر دیا اس سے باز رہو کہ یہ عقل بھی ایک گھاس کے تنکے سے زیادہ نہیں۔“ (ص:۶۴۔۶۳)

پیش کیا گیا اقتباس اگرچہ طویل ہے لیکن مطالعہ کے بعد عجب لطف آرہا ہے کیوں کہ اس میں تخلیقیت بھی ہے اور ادب کی دیگر جھلکیاں بھی۔ کتاب کے سلسلے میں دوسری بات یہ ہے کہ فارسی متن اور اردو ترجمہ ایک ساتھ ہونا چاہیے تاکہ قاری متن اور ترجمہ دونوں سے بہ یک وقت محظوظ ہو سکے جیسا کہ عام طور سے اب کتابیں شائع ہو رہی ہے۔ اخبار الاولیاء، اسرار قمریہ اور مکتوبات حسنیہ کے بعد اسرار الصلوۃ شائع کرنے کا شرف خانقاہ منعمیہ قمریہ پٹنہ سیٹی کو حاصل ہو رہا ہے۔ خانقاہ قمریہ کی اس کاوش کو راقم الحروف سلام کرتا ہے اور خانقاہ کے سجادہ نشین پروفیسر سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی اور مترجم پروفیسر احمد بدر صاحبان کو قلبی مبارک باد پیش کرتا ہے۔ راقم کو امید نہیں یقین کامل ہے کہ اردو و علمی دنیا میں خانقاہ منعمیہ قمریہ کی یہ کاوش قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی اور اہالیان علم وادب اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

☆☆☆

(ص:۳۰ کا بقیہ)... ”چاند سا چمکتا ہوا نورانی چہرہ ماند پڑ گیا۔ اور تیرہ نصیبوں کی تقدیر سنوارنے والی چشمِ کرم سے آنسوؤں کی دھار پھوٹ نکلی، سرکار بلک بلک کر رو رہے تھے۔“

حضرت برہانِ ملت: حافظِ ملت علیہ الرحمہ ایسے صاحبِ علم عالم تھے گویا عالَم تھے۔

حضرت صدر الشریعہ: میری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے ملے، ایک مولوی سردار احمد، دوسرے حافظ عبد العزیز۔

مفتی اجمل شاہ سنبھلی: صدر المدرسین، بدر المعلمین، فاضلِ جلیل، عالمِ نبیل، حضرت مولوی حافظ عبد العزیز صاحب دام فیوضہ لائق صد تحسین ہیں۔ اس (اشرفیہ) چمنِ مصطفوی کی بہار انھیں کی ذات پر موقوف ہے۔

علامہ فضلِ حق رام پوری: ان (حافظِ ملت) کی قابلیت درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔

سید ظہیر احمد زیدی: جن مشکلات میں آپ نے دینِ حق کی خدمت انجام دی، وہ ہم سب کے لیے نمونۂ تقلید ہے۔

علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی: اگرچہ آپ میرے استاذ بھائی تھے، مگر وہ علوم و اعمال اور زہد و تقویٰ کے فضل و کمال میں مجھ سے بدرجہا بالاتر، بلند مرتبہ اور عظیم الشان عالمِ نبیل اور فاضلِ جلیل تھے۔

حضرت سرکارِ کلاں: مولانا مخلص، ایثار پسند ہمدرد تھے، ان کی خوبیاں تحریر سے باہر ہیں۔

علامہ عبد المصطفیٰ ازہری: ان کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنے تمام مشائخ، اساتذہ اور ان کے متعلقین کا پورا پورا ادب کیا کرتے تھے۔

سید مظفر حسین کچھوچھوی: حقیقت یہ ہے کہ دنیائے سنیت کے جتنے قلعے انھوں نے تعمیر کیے شاید کسی نے نہ کیے۔

علامہ سید قتیل داناپوری: آپ اپنے وقت کے حضرت ابوہریرہ تھے۔

مفتی رفاقت حسین کانپوری: آپ نے مسلمانوں کو عصرِ حاضر میں دینی خدمت کا جو اسلوب عطا کیا، قابلِ تحسین ہے۔

علامہ سلیمان اشرفی بھاگل پوری: آپ نے عمر بھر دینی خدمات میں اوقات گزارا، تقویٰ وطہارت بھی مکمل تھی۔

شاہ سراج الہدیٰ گیاوی: حافظِ ملت نے تعلیمی انقلاب برپا کرنے کا ایک عظیم تصور دیا۔

رئیس القلم علامہ ارشد القادری: حافظِ ملت کی زندگی کا سب سے نمایاں جوہر شخصیتوں کی تعمیر ہے۔

علامہ مشتاق احمد نظامی: یہ دین دار ہی نہیں بلکہ چلتا پھرتا دین ہیں، جنھیں دیکھ کر لوگ دین دار بنتے ہیں۔ (حیاتِ حافظِ ملت، ص:۸۲۳ تا ۸۳۲)

خوارج اور عصر حاضر کے دہشت گرد

فہیم احمد ثقلینی ازہری

اکیسویں صدی کے آتے ہی اس دنیا میں مختلف النوع ترقیاں اور عجیب و غریب واقعات ومعاملات رونما ہوئے۔ رواں صدی میں ہی دہشت گردی نے عروج پکڑا۔ جس کی اذیت ناک لہر نے عالم اسلام کو بدنام کرکے رکھ دیا۔ بلاشک و شبہ پوری دنیا کے مسلمان مجموعی طور پر دہشت گردی کی مذمت اور مخالفت کرتے ہیں اور اسلام کے نام پر اس کا دور کا رشتہ بھی قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ یہ مسلمان وہ ہیں جو اہل حق ہیں اور اہل سنت وجماعت کے نام سے متعارف ہیں جنھیں صوفی سنی بھی کہا جاتا ہے۔

وہیں کچھ نام نہاد مسلمان ایسے بھی ہیں جو ان دہشت گرد تنظیموں کی خاموش تائید وحمایت بھی کرتے ہیں۔ یہ لوگ دہشت گردی کی کھلم کھلا مخالفت کی بجائے موضوع کو غلط مبحث کے ذریعہ الجھا دیتے ہیں۔

دہشت گردوں کی طرف سے مسلح فساد انگیزی، انسانی قتل وغارت گری، دنیا بھر کی پُرامن انسانی آبادیوں پر خودکش حملے، مساجد، مزارات، تعلیمی اداروں، بازاروں، سرکاری عمارتوں، دفاعی تربیتی مرکزوں، سفارت خانوں، گاڑیوں اور دیگر پبلک مقامات پر بم باری جیسے انسان دشمن سفاکانہ اور بہیمانہ اقدامات روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں۔ یہ لوگ آئے دن سینکڑوں جانوں کا بے دریغ قتل اور انسانی بربادی کے عمل کو جہاد سے منسوب کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے نظریات کی جڑیں جاننے کی ضرورت ہے کہ یہ کیا ہیں؟ کب سے ہیں؟ اور کیا چاہتے ہیں؟

خوارج کا تعارف- قرآن و حدیث کی روشنی میں خوارج کی علامات، عقائد اور نظریات کا جائزہ لینے سے قبل کتب اسلاف کے ذریعہ خوارج کی تعریف و تعارف جاننا چاہیے۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ خارجی کسے کہا جاتا ہے۔

امام ابن عبدالکریم شہرستانی خوارج کی تعریف میں لکھتے ہیں...

"ہر وہ شخص جو عوام کی متفقہ حکومت وقت کے خلاف مسلح بغاوت کرے اسے خارجی کہا جاتا ہے خواہ یہ خروج وبغاوت عہد رسالت وصحابہ میں، خلفائے راشدین کے خلاف ہو یا تابعین اور بعد کے کسی بھی زمانہ کی مسلمان حکومت کے خلاف ہو"۔ (الملل والنحل:۱۱۴)

امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری ۱۲/۲۸۳ میں لکھتے ہیں... "خوارج خارجہ کی جمع ہے جس کا مطلب "گروہ" ہے۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ان کو اپنے نظریہ، عمل اور اقدام کی باعث دین اسلام سے نکل جانے اور خیار اُمت کے خلاف مسلح جنگ اور دہشت گردی کی کاروائیاں کرنے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے۔

امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری ۲۴/۸۴ میں خوارج کا تعارف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ خوارج ایسے لوگ ہیں جو دین سے خارج ہو گئے ہیں اور یہ لوگ بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں یعنی وہ امور جو دین میں شامل نہ تھے ان کو دین میں شامل کرتے ہیں۔ دین اسلام سے نکل جانے اور بہترین مسلمانوں کے خلاف مسلح بغاوت اور دہشت گردی کی کاروائیاں کرنے کی وجہ سے انھیں خوارج کا نام دیا گیا"۔

شیخ ابن تیمیہ کے الفاظ میں خوارج کا تعارف یہ ہے... وہ اسلحہ سے لیس اور بغاوت پر آمادہ تھے۔ جب وہ لوگوں سے قتال کرنے لگے تو ان کی صحابہ کرام کی جماعت سے مخالفت ہو گئی تاہم عصر حاضر میں بظاہر دین کا لبادہ اوڑھنے کی وجہ سے لوگوں کی اکثریت انھیں پہچان نہیں پاتی۔ وہ دین سے نکل گئے کیونکہ وہ مسلمانوں کے خون اور اموال جان ومال کو مباح اور حلال قرار دیتے تھے۔ یہ خوارج عہد رسالت یا عہد صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ یہ دجال کے زمانے تک پیدا ہوتے رہیں گے"۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۸/۴۹۵)

تاریخ خوارج- خارجیت دراصل منتشر الخیالی اور منتشر العملی کا ابلیسی فتنہ ہے، جس کی کوکھ سے جہالت، درندگی، وحشت، دہشت گردی جنم لیتی ہے۔ یہ فتنۂ خوارج اسلام کے ابتدائی زمانہ میں ہی پیدا ہو گیا تھا جس نے پہلا منظم حملہ صحابہ کرام کی مقدس جماعت پر کیا۔ امام ابوبکر آجری متوفی ۳۶۰ھ اپنی کتاب "الشریعۃ" میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام جب مقام جعرانہ پر مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے تو ایک شخص نے مداخلت کرتے ہوئے کہا اے محمد (ﷺ) انصاف سے کام لیجیے، آپ نے فرمایا تو ہلاک ہو اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ اس گستاخ کی گردن اڑادوں، آپ نے منع فرمادیا۔

امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری ۱۲/۲۹۲ میں لکھتے ہیں اس گستاخ کا نام حرقوص بن زہیر تھا جو قبیلہ بنی تمیم کا فرد تھا اور ذوالخویصرہ تمیمی کے نام سے تاریخ میں جانا جاتا ہے یہ پہلا خارجی ہے، اسی کے ہم خیال لوگ بعد میں خوارج کی صورت میں ظاہر ہوئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد امت میں کئی فتنوں نے جنم لیا جن میں جھوٹی نبوت کے مدعی، دین سے ارتداد، ادائیگی زکوٰۃ سے انکار اور دیگر کئی بنیادی تعلیمات اسلام سے انحراف شامل ہے، انھیں فتنوں کا فائدہ اٹھاتے

استاذ جامعۃ الثقلین، قصبہ کگرالہ، ضلع بدایوں شریف E-Mail:- aheem.azhari888@gmail.com

ہوئے خارجی فکر کے حاملین اپنے باغیانہ نظریات کی ترویج کرتے رہے اور اپنے آپ کو ایک منظم شکل دینے کی طرف سرگرم عمل رہے۔ یہاں تک کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور آخر میں بلوائیوں کی تحریک میں آپ کو قتل کرنے کی سازش تیار کرنے والے لوگ بھی اس انتہا پسندانہ رجحان کے حامل تھے، جن میں ایک نمایاں شخص عبداللہ بن سبا تھا۔ اس انتہا پسند دہشت گرد گروہ نے پہلی مرتبہ مدینہ منورہ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں خالص اسلامی حکومت کی اتھارٹی اور ریاستی نظم کو چیلنج کیا اور عہد عثمانی میں خوارج زیادہ کھل کر سامنے آئے۔

فتنۂ خوارج کے علم برداروں کے پیش نظر ریاست کو اس کی نظریاتی بنیادوں کو کھوکھلا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہ حکومت وقت کے خلاف مسلح جدوجہد اور بغاوت کے ذریعہ دہشت گردانہ کاروائیاں کرتے ہیں اور مساجد، عبادت گاہوں، گھروں، تعلیمی اداروں، مارکیٹوں اور شہریوں کا خون بہاتے ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خوارج کا احتجاج مذاکرات اور پُرامن مصالحت کے خلاف تھا، جیسے سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے موقع پر تحکیم کی صورت میں اپنایا تھا، جب تک فضا جنگ جاری رہنے کے حق میں تھی خوارج حضرت علی کے لشکر میں لڑنے کے لیے پیش پیش تھے۔ جوں ہی آپ نے خون خرابے سے بچنے کے لیے تحکیم یعنی ثالثی کے راستہ کو اپنایا تو وہ پُرامن مصالحت اور ثالثی کا عمل رد کرتے ہوئے سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے نکل گئے۔ آپ کو معاذاللہ کافر کہنے لگے اور واضح طور پر باغی اور دہشت گرد گروہ تیار کر کے نام نہاد جہاد کے نام پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور امت مسلمہ کے خلاف برسرپیکار ہو گئے۔ اپنے منظم ظہور کے وقت انھوں نے یہ نعرہ لگایا تھا ”لا حکم اِلّا اللہ“ اللہ کے سوا کوئی حکم نہیں کر سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہوئے خوارج نے عراق کی سرحد پر واقع علاقے حروراء کو اپنا مرکز بنالیا۔ آپ کو کافر قرار دیا اور آپ کے خلاف مسلح بغاوت کر دی۔ یہ قتل و غارت گری اور دہشت گردی کی ابتدا تھی۔ یہ خوارج خود کو توحید اور حق کے علم بردار تصور کر رہے تھے اور حضرت علی پر بدعت، شرک اور کفر کے الزامات لگا رہے تھے۔ کوفہ کو ان خوارج نے اس خیال سے چھوڑ دیا کہ یہ بدعتیوں کا شہر ہے اور جنگلوں، صحراؤں، بیابانوں اور پہاڑوں میں گھات لگا کر بیٹھ گئے جہاں وہ اپنے عقائد و افکار اور نظریات کے مخالفین کو پکڑ کر ظلم و ستم کا نشانہ بناتے اور انھیں قتل کر دیتے۔ بعد ازاں حضرت علی نے صحابہ کرام کا لشکر لے کر خوارج کی ریشہ دوانیوں، دین دشمن کاروائیوں اور سازشوں کے جواب میں ان کے خلاف عسکری کاروائی کی اور انھیں شکست فاش سے دوچار کیا۔ کیونکہ پیغمبر اسلام نے اپنے ارشادات میں ان کا قلع قمع کر دینے کی پیشین گوئی فرمائی تھی اور ان کے خاتمہ کا حکم فرمایا تھا۔

علاماتِ فتنۂ خوارج قران کی روشنی میں-قران حکیم نے متعدد مقامات پر لوگوں کے ناحق بے دردانہ قتل، دہشت گردانہ، بمباری، پرامن آبادیوں پر خودکش حملوں جیسے انتہائی سفاکانہ اقدامات اور انسانی قتل و غارت گری کی نفی کی ہے۔ دہشت گردی کی یہ ساری بہیمانہ صورتیں شرعی طور پر حرام اور اسلامی تعلیمات سے صریح انحراف ہیں اور از روئے قران بغاوت و محاربت، فساد فی الارض اور اجتماعی قتل انسانی میں داخل ہیں۔ قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ہمیں کئی مقامات پر بالصراحت خوارج کی علامات و بدعات اور ان کی فتنہ پروری و سازشی کاروائیوں اور بغاوت کے بارے میں واضح ارشادات ملتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هوالذی انزل علیك الكتاب منه آیات محكمات هن ام الكتاب، واخر متشابهات فاماالذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله.(سورہ آل عمران:۷)

ترجمہ: اللہ کی ذات وہ ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی۔ جس میں سے کچھ آیتیں محکم یعنی ظاہراً بھی صاف اور واضح معنی رکھنے والی ہیں اور وہی احکام کتاب کی بنیادیں ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ یعنی معنی میں کئی احتمال اور اشتباہ رکھتے ہیں سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے اس میں سے صرف متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ فقط فتنہ پروری کی خواہش کے زیر اثر اور اصل مراد کی بجائے من پسند معنی مراد لینے کی غرض سے اور اس کی اصل مراد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حضرت امام ابن ابی حاتم رازی (متوفی ۳۲۷ھ) تفسیر القرآن العظیم ۵۹۴/۲ میں حافظ ابن کثیر دمشقی (متوفی) امام خازن (متوفی ۷۴۱ھ) اپنی تفسیر لباب التاویل ۲۱۷/۱ میں، امام سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) تفسیر در منثور میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ (فاماالذین فی قلوبھم زیغ جن کے دلوں میں کجی ہے) سے مراد خوارج ہیں۔

قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ، فاماالذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوالعذاب بما کنتم تکفرون“

(سورۃ آل عمران:۱۰۶)

ترجمہ: جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے تو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا، کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو جو کفر تم کرتے تھے سو اس عذاب کا مزہ چکھ لو۔

امام ابن ابی حاتم رازی (متوفی ۳۲۷ھ) اپنی تفسیر القران العظیم ۵۹۴/۲ میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ سے مروی کہ حضور نبی کریم نے فرمایا اس آیت میں (ایمان لانے کے بعد کافر ہونے والوں) سے مراد خوارج ہیں۔ حافظ ابن کثیر دمشقی نے بھی اس آیت بعدِ ایمان کافر ہو جانے سے خوارج ہی مراد لیے

ہیں۔امام جلال الدین سیوطی نے بھی اس آیت کے تحت تفسیر در منثور ۱۴۸/۲ میں یہی موقف بیان کیا ہے کہ یہ لوگ خوارج ہیں۔

قران مجید میں ایک مقدس مقام پر اورارشاد ربانی ہے:

''انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا، ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض، ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم'' (سورہ المائدہ:۳۳)

ترجمہ: بیشک جو لوگ اللہ ورسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریزی، رہزنی، ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا وطن کی زمین میں چلنے پھرنے سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کردیئے جائیں یہ توان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔

امام طبری (متوفی ۳۱۰ھ) جامع البیان فی تفسیر القرآن ۲۱۴/۴ میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے، جس نے مسلم آبادی پر ہتھیار اٹھائے، راستے کو اپنی دہشت گردی کے ذریعہ غیر محفوظ بنایا اور لوگوں کا پُرامن طریقے سے گزرنا دُشوار کردیا تو مسلمانوں کے حاکم کو اختیار ہے چاہے تو اسے قتل کردے یا پھانسی دے اور چاہے تو حسب قانون کوئی اذیت ناک سزادے۔

امام طبری اور حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سعید بن مسیب، مجاہد، عطا، حسن بصری، ابراہیم نخعی اور ضحاک نے بھی اسی معنی کو روایت کیا ہے۔امام سیوطی اور امام قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضور اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں ایک ایسے گروہ کے حق میں نازل ہوئی جنھوں نے مدینہ کے باہر دہشت گردی مچائی، قتل کیے اور املاک لوٹنے کے اقدامات کیے۔جس پر انھیں یہ عبرت ناک سزائیں دیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ویفسدون فی الارض اولئک لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار''

ترجمہ: اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں انہی لوگوں کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر (جہنم) ہے۔

یہ آیت صراحتًا بتارہی ہے کہ زمین میں فساد پھیلانے والے خارجی ہیں۔اس کی تائید درج ذیل روایت سے ہوتی ہے جو امام قرطبی نے اپنی تفسیر الجامع الاحکام القرآن ۳۱۴/۹ میں تحریر کی ہے:

''وقال سعد بن ابی وقاص: واللہ الذی لا الہ الا ھو: انھم الحروریۃ'' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، فساد انگیزی کرنے والوں سے مراد ''الحروریہ'' یعنی خوارج ہیں۔

بے گناہ جانوں کی ہلاکت اور اموال واملاک کی تباہی فساد فی الارض ہے جیسا کہ امام ابوحفص حنبلی اپنی تفسیر اللباب فی علوم الکتاب ۴۲۵/۹ میں آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

''قال: و یفسدون فی الارض، اما بالدعاء الی غیر دین اللہ، واما بالظلم کما فی النفوس والأموال وتخریب الفساد'' ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں'' اس سے یہ مراد ہے کہ یا تو اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور طرف زبردستی بلاتے ہیں۔یا لوگوں کی جان ومال پر ظلم سے اور ملک میں تخریب کاری سے فساد پھیلاتے ہیں۔

امام ابوحفص دمشقی کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ جان ومال لوٹنے کے علاوہ اسلام سے ہٹ کر اپنے خود ساختہ عقائد کی طرف جبراً دعوت دینا بھی فساد فی الارض کے زمرے میں آتا ہے۔

خوارج نماز، روزے اور تلاوت قران جیسے اعمال کی ادائیگی میں بظاہر صحابہ کرام سے بھی آگے نظر آتے تھے جیسا کہ اس سلسلہ میں متعدّد احادیث کریمہ وارد ہیں۔یہی حالت دور حاضر کے دہشت گرد، خوارج کی ہے وہ بھی بظاہر شکل وصورت اور حسن عمل میں بڑے نیک پرہیزگار اور پابند شریعت نظر آتے ہیں مگر باطن میں اعتقادی اور تشدد پسندانہ فتنوں کا شکار ہیں جن سے امت مسلمہ کو نقصان پہنچ رہا ہے اور باہمی خون خرابے کی صورت حال عالم اسلام میں نظر آرہی ہے۔

احادیث کی روشنی میں خوارج کی علامات:

انتہا پسندی اور دہشت گردی کی وجہ سے جہاں اسلامی تعلیمات کے بارے میں طرح طرح کے سوالات اور شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں وہیں بے شمار قیمتی جانیں تلف املاک تباہ اور کاروبار برباد ہوجاتے ہیں۔امن وسلامتی کا ماحول خوش حالی، تعمیر وترقی اور سکون وراحت کا ضامن ہوتا ہے۔جبکہ فتنہ انگیزی ہمہ جہتی تباہی لاتی ہے۔اسی لیے رحمت عالم ﷺ نے ہر اس راستے کو مسدود اور ہر اس دروازے کو بند کردیا جس سے امن وسلامتی کا ماحول غارت ہونے کا امکان تھا۔

پیغمبر اسلام جس طرح اپنی چشم نبوت سے قیامت تک کے احوال کا مشاہدہ فرمارہے تھے اسی طرح آنے والے وقتوں میں دین کے نام پر بپا ہونے والی دہشت گردی کو بھی ملاحظہ فرمارہے تھے۔اس لیے آپ ﷺ نے نہ صرف جہاد اور قتال کا فرق واضح فرمادیا بلکہ دین کے نام پر غلو کرنے اور تشدد وغارت گری کا بازار گرم کرنے والوں سے بھی امت مسلمہ کو خبردار کر دیا۔ان نام نہاد مجاہدین کے رویوں اور نشانیوں کو بھی واضح طور پر بھی بیان فرما

دیا تاکہ کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے اور امت ان کی ظاہری مومنانہ وضع قطع اور کثرتِ عبادت و تلاوت سے دھوکہ نہ کھائے۔ آپ نے جہاں اپنی امت کو اس فتنہ سے الگ رہنے کی تلقین فرمائی وہیں اس ناقابل علاج کینسر زدہ حصے کو جسد ملت سے کاٹ دینے کا حکم بھی دیا۔ احادیث میں خوارج کی مندرجہ ذیل علامات بیان کی گئی ہیں:...

۱۔اَحْدَاثُ الْاَسْنَانْ وہ کمسن لڑکے ہوں گے۔

(بخاری رقم الحدیث: ۶۵۳۱)

۲۔سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ دماغی اعتبار سے کمزور وناپختہ ہوں گے۔

۳۔کَثّ اللِّحْيَة گھنی داڑھی رکھیں گے۔

۴۔مُشَمَّرُ الْاَزَارِ بہت اونچا تہبند یا پاجامہ باندھنے والے ہوں گے۔

۵۔یَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِق یہ خارجی لوگ حرمین شریفین سے مشرق کی جانب سے نکلیں گے۔

۶۔ لَا یَزالُوْنَ یَخْرُجُوْنَ حَتّٰی یَخْرُجَ مَعَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّال یہ خوارج ہمیشہ ظہور پذیر ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ مسیح کذاب دجال کے ساتھ نکلے گا۔

۷۔ لَا یُجَاوِزُ اِیْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

۸۔ یَتَعَمَّقُوْنَ وَ یَتَشَدَّدُوْنَ فِی الْعِبَادَةِ وہ عبادت اور دین میں بہت متشدد اور انتہا پسند ہوں گے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق رقم الحدیث : ۱۸۶۷۳)

۹۔یَحْقِر اَحَدَکُمْ صَلَاتِهِم، وَصِیَامَهٗ مَعَ صِیَامِهِمْ.(بخاری)
تم میں سے ہر ایک ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانے گا اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر جانے گا۔

۱۰۔ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُم تَرَاقِیْهِم نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔(مسلم)

۱۱۔یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰن لَیْسَ قِرَائَتُکُمْ اِلٰی قِرَاءَتِهِم بِشَیْئٍ وہ قرآن مجید کی ایسے تلاوت کریں گے کہ ان کی تلاوت قران کے سامنے تمہیں اپنی تلاوت کی کوئی حیثیت دکھائی نہیں دے گی۔

۱۲۔یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ یَحْسِبُوْنَ اَنَّهٗ لَهُمْ وَهُوَ عَلَیْهِمْ وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ اس کے احکام ان کے حق میں ہیں لیکن در حقیقت وہ قرآن ان کے خلاف حجت ہو گا۔

۱۳۔یَدْعُوْنَ اِلَی کِتَاب وَلَیْسُوْا مِنْهُ فِی شَیْئٍ وہ لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے لیکن قرآن کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہ ہو گا۔

۱۴۔یَقُوْلُوْنَ مِنْ خَیْرِ قَوْلِ الْبَرِیَّةِ وہ بظاہر بڑی اچھی باتیں کریں گے۔(بخاری)

۱۵۔یَقُوْلُوْنَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ قَوْلًا ان کے نعرے اور ظاہری باتیں دوسرے لوگوں سے اچھی ہوں گی اور متاثر کرنے والی ہوں گی۔(طبرانی)

۱۶۔یسیئوْنَ الْفِعْل مگر وہ کردار کے لحاظ سے بڑے ظالم، خونخوار اور گھناؤنے لوگ ہوں گے۔(سنن ابوداؤد)

۱۷۔ یَطْعَنُوْنَ عَلٰی اُمَرَائِهِمْ وَ یَشْهَدُوْنَ عَلَیْهِم بِالضَّلَالَةِ وہ حکومت وقت کے خلاف خوب طعنہ زنی کریں گے اور ان پر گمراہی وضلالت کا فتویٰ لگائیں گے۔(مجموع الزوائد)

۱۸۔یَخْرُجُوْنَ عَلٰی حِیْنِ فُرْقَةٍ مِّنَ النَّاسِ وہ اس وقت منظر عام پر آئیں گے جب لوگوں میں تفرقہ اور اختلاف پیدا ہو جائے گا۔(متفق علیہ)

۱۹۔یَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَ یَدْعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑیں گے۔

۲۰۔یَسْفِکُوْنَ الدَّمَ الحَرَامِ وہ ناحق خون بہائیں گے۔

۲۱۔ هُمْ شرُّ الخلق والخلیقة وہ تمام مخلوق سے بدترین لوگ ہوں گے۔

۲۲۔یَقْطَعُوْنَ السَّبِیْل وَ یَسْفِکُوْنَ الدِّمَاءَ بِغَیْرِ حَقٍّ مِّنَ اللهِ وَ یَسْتَحِلُّوْنَ اَهْلَ الذِّمَّةِ وہ راہزن ہوں گے، ناحق خون بہائیں گے، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا اور غیر مسلم اقلیتوں کے قتل کو حلال سمجھیں گے۔

۲۳۔ اِنَّهُمْ کِلَابُ النَّارِ یہ دہشت گرد خوارج جہنم کے کتے ہوں گے۔(ترمذی، رقم الحدیث: ۳۰۰۰)

اس کے علاوہ اور بھی خوارج کی علامات پیغمبر اسلام نے بیان فرمائی ہیں۔ خوارج کے نظریات سے یہ بھی ہے کہ وہ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو دائمی جہنمی اور اس کا خون اور مال حلال قرار دیں گے۔ ظالم اور فاسق حکومت کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج کو فرض قرار دیں گے۔ یہ کسی مخصوص علاقے کو گھیر کر اپنی دہشت گردانہ کاروائیوں کے لیے مرکز بنالیں گے جیسے کہ انھوں نے سیدنا علی مرتضی کے دورِ خلافت میں مقام حرورا کو اپنا مرکز بنالیا تھا یعنی وہ اپنے لیے محفوظ پناہ گاہیں بنائیں گے۔

خوارج کی علامات سے یہ بھی ہے کہ وہ اہلِ حق کے ساتھ مذاکرات کو ناپسند کریں گے جس طرح انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تحکیم کو مسترد کر دیا تھا۔

..................................(باقی ص:۲۵ پر)

فکر و نظر

۲۰۱۷ء کے الیکشن پر نوٹ بندی کے اثرات، منفی یا مثبت

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں ۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں ۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں ۔از: مبارک حسین مصباحی

اپریل ۲۰۱۷ء کا عنوان — شبِ براءت: عبادات اور منکرات

مئی ۲۰۱۷ء کا عنوان — رمضان المبارک اور اصلاحِ معاشرہ

آثار صاف سرگوشی کر رہے ہیں

پہلے جان 'بچانے' کے لیے لائن پر لگتے رہے اور اب جان 'چھڑانے' کے لیے لائن پر لگیں گے۔

از: ڈاکٹر غلام زرقانی۔ ghulamzerquani@yahoo.com

گذشتہ کئی دنوں سے اتر پردیش سے شائع ہونے والے اخبارات بغور دیکھ رہا ہوں اور یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ قابل ذکر سیاسی پارٹیوں کے نزدیک موجودہ صوبائی انتخابات میں اہم مسائل کیا ہیں، جنہیں سیاسی عمائدین عوام کو لبھانے کے لیے ذرائع ابلاغ کے دوش پر دور و نزدیک تک پہنچا رہے ہیں؟ جہاں تک رہی بات سماج وادی پارٹی کی، تو جناب اکھلیش یادو اپنے پانچ سالہ دور اقتدار کی روداد سنا رہے ہیں اور یہ باور کرانے میں بہت حد تک کامیاب ہیں کہ ان کا دور ماضی میں کسی بھی وزیر اعلیٰ کے دور سے بہت بہتر رہا ہے۔ کسانوں کے قرض معاف کرنے سے لے کر، صوبہ میں بجلی کی مناسب فراہمی، لکھنؤ اور کان پور میں میٹرو ریلوے، لکھنؤ سے آگرہ تک عالمی معیار کی سڑک، نوجوانوں میں لیپ ٹاپ کی تقسیم اور امن و سلامتی کے بہتر نظام کے لیے خصوصی پولس وغیرہ موضوعات سماج وادی پارٹی بڑے ہی طمطراق کے ساتھ بیان کر رہی ہے۔ کانگریس ابھی نہ مرکز میں ہے اور نہ ہی ریاستی حکومت میں کسی شمار میں رہی ہے، اس لیے راہل گاندھی کے پاس ایسے اقدامات نہیں ہیں، جنہیں وہ عوام کے مشاہدے کے لیے پیش کر سکیں۔ اس لیے کانگریس کے عمائدین بی جے پی کی عوام مخالف پالیسی اور سماج وادی پارٹی کی حسن کارکردگی ہی پیش کر پا رہے ہیں۔ اور سیاسی داؤں پیچ کے حوالے سے مد مقابل کے عیوب و نقائص شمار کرانے کی بھی ایک اہمیت ہے، جس سے مجال انکار نہیں۔ خصوصیت کے ساتھ نوٹ بندی کے مسئلہ پر راہل گاندھی نے ایوان پارلیمنٹ میں بھی خوب توانائی دکھائی ہے اور محلے محلے جاکر بھی عوام تک اپنے خدشات پہنچائے ہیں۔

اب آئیے ذرا مایاوتی کی بہوجن سماج پارٹی کی بات کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مایاوتی نے بہت بڑی تعداد میں مسلمانوں کو ٹکٹ دیا ہے۔ اب تک کی اطلاعات کے مطابق ۹۷ مسلمان نمائندے کھڑے کیے گئے ہیں، جو کہ ۲۰۱۲ء کے انتخابات میں تعداد کے اعتبار سے ایک درجن زائد ہیں۔ مقصد صاف ہے کہ دلت ذات کے لوگ تو بہرکیف مایاوتی کے ساتھ ہیں اور رہیں گے ہی، تاہم مسلمانوں کی ہمدردی بھی حاصل ہوجائے تو مسند اقتدار تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں رہے گی۔ بہرکیف، مایاوتی عرصہ دراز سے برسراقتدار نہیں ہیں، اس لیے عجب نہیں کہ انہیں اپنے سابقہ اقدامات شمار کرانے میں دشواری ہو رہی ہو۔ ویسے میں نے ایک خطاب میں انہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ حکومت بنانے کے بعد مزید ہاتھی کے مجسمے نہیں بنائیں گی، بلکہ عوام کی فلاح و بہبود کے

لیے بڑھ چڑھ کر کام کریں گی۔ خیال رہے کہ انہوں نے اپنے دورِاقتدار میں جگہ جگہ پارک بنوائے تھے اور بڑی تعداد میں اونچے اونچے ہاتھی کے مجسمے بنواکر لگوائے تھے۔ یہ نہ سمجھ لیجیے گا کہ بہوجن سماج پارٹی کو ہاتھیوں سے کوئی خاص ہمدردی ہے، بلکہ یہ صرف اس لیے کیا گیا، تاکہ عوام کے اذہان وقلوب میں پارٹی کا انتخابی نشان رچ بس جائے۔

لگے ہاتھوں مرکزی حکومت کی سرگرمیوں پر بھی نگاہ ڈال لی جائے۔ کہتے ہیں کہ بی جے پی بڑے حوصلوں سے اتر پردیش انتخابات میں اتری ہے، تاہم اس کی کارگزاریوں کی فہرست میں ایسے اقدامات نہیں ہیں، جنہیں وہ اپنی حمایت کے لیے عوام کے سامنے پیش کرسکے۔ ظاہر ہے کہ دوسالہ اچھی خاصی مدت ہوتی ہے، جس کے درمیان ایک دو نہیں، دسیوں کارہائے نمایاں پیش کیے جاسکتے ہیں، تاہم گنے چنے پرانے راگ آلاپنے کے علاوہ کوئی ایسی بات دکھائی نہیں دیتی ہے، جسے بہت بڑی کامیابی سے تعبیر کیا جاسکے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ حالیہ نوٹ بندی کو عوامی مفاد میں لیا گیا جرائتمندانہ فیصلہ کہتے نہ تھکنے والے بی جے پی کے سیاسی عمائدین بھی اپنے خطابات میں موضوعِ سخن بنانے سے گریز کررہے ہیں۔ وجہ صاف ہے کہ تین ماہ قبل جب وزیر اعظم مودی یہ کہہ رہے تھے کہ اس فیصلہ سے ملک میں شفافیت آئے گی اور کالے دھن پر قدغن لگے گا، تو بہتیرے لوگوں نے وزیر اعظم کے دعوے پر بہت حد تک اعتماد کیا، تاہم زمینی حقائق کے پس منظر میں اب تک نوٹ بندی کا کوئی فائدہ نگاہوں کے سامنے نہ آسکا۔ دوسری طرف نوٹ بندی کے نتیجے میں کشمیر سے کنیا کماری تک لوگوں کی نگاہوں نے لرزہ خیز مصائب وآلام کے مظاہر دیکھے بھی ہیں اور کانوں سے سنے بھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ نوٹ بندی کے بعد صرف سات دنوں میں ۳۳ لوگ لقمہ اجل بن گئے، جو بڑھتے بڑھتے سو سے تجاوز کرگئے۔ موت کے اسباب وعلل افراد کے ذاتی حالات کے مطابق مختلف ضرور ہیں، تاہم سارے تانے بانے نوٹ بندی سے ضرور جاملتے ہیں۔ مختصر صفحات میں تمام اموات کے حوالے سے گفتگو ممکن نہیں ہے، اس لیے بطور نمونہ صرف چند خونچکاں روداد سنتے چلیے۔

دہلی میں ۲۵ سالہ وریندر بوسایہ نے چھت پنکھے سے لٹک کر خودکشی کرلی۔ اس کی اہلیہ نے بتایا کہ وہ اپنے بارہ لاکھ روپیے تبدیل کرانے کی وجہ سے بہت ہی زیادہ فکر مند تھا (انڈین اکسپریس)۔ آندھرا پردیش کے ۷۰ سالہ رتنا پلائی بینک کے سامنے طویل لائن میں انتظار کرتے کرتے گر کر بے ہوش ہوگیا اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھا (ہندو)۔ ہریانہ کے ۵۶ سالہ راجیش کمار مقامی بینک میں منیجر تھے۔ لوگوں کی مشکلات حل کرنے کے لیے وہ لگاتار تین دن اور تین رات کام کرتے رہے اور اپنی آفس میں گرے ہوئے مردہ پائے گئے (ہندوستان ٹائمز)۔ اعظم گڑھ کے ۹۰ سالہ اشتیاق احمد طویل لائن میں صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے گر پڑے اور انتقال کر گئے (ٹائمز آف انڈیا)۔ راجستھان کے ۶۲ سالہ جگدیش پنوار اپنی بیٹی کی شادی کے لیے نقد نہ ہونے کی فکر میں صدمہ سے دوچار ہوئے اور انتقال کر گئے (انڈین اکسپریس)۔ ناظم آباد کے ۳۵ سالہ شیخ بشیر پیشہ سے ڈرائیور تھے۔ انہوں نے اپنا آٹو رکشہ قرضہ پر لیا ہوا تھا۔ جب وہ اپنے فائنانسر کو قرض کے عوض پرانے نوٹ دینے گئے، تو اس نے لینے سے صاف انکار کردیا۔ یہ صدمہ ایک غریب کے لیے اس قدر بھیانک رہا کہ وہ خود سوزی کر بیٹھے (آئی اے این ایس)۔ مدھیہ پردیش کے ہلکی لودھی پیشہ کے اعتبار سے کسان تھے۔ ربیع میں فصل بونے کے لیے نقد نہ ہونے کے سبب بیج اور کھاد نہ خرید سکے اور اسی غم میں خودکشی کرلی (ہندوستان ٹائمز)۔ مغربی بنگال کی ۵۶ ٹیچر دھرانی کانتا بھاؤ ملک لگاتار تین دنوں تک لائن میں لگے لگے گر پڑیں اور مرگئیں (آنند بازار پتریکا)۔ سمبل اڑیسہ کا ایک شیر خوار بچہ سخت علیل تھا اور اسے آٹو رکشہ کی مدد سے شفاخانے جانا تھا، لیکن آٹو رکشہ والے نے پرانے نوٹ قبول کرنے سے انکار کردیا اور وقت پر طبی سہولت نہ ملنے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوگئی (رپورٹ اڑیسہ)۔

صاحبو! یہ 'مشتے از خروارے' کی قبیل سے ہے، جس میں آپ محسوس کریں گے کہ بچے، بوڑھے اور جوان سبھی نوٹ بندی سے کس حد تک پریشان ہورہے ہیں، نیز اموت کے اسباب وعلل کی ایک سرسری جھلک بھی ہمارے سامنے آگئی ہے۔ کہیں بڑی عمر کے لوگ بینک کے باہر لمبی قطاروں میں دیر تک کھڑے کھڑے موسم کی سختیوں سے الجھ رہے ہیں، کہیں بیٹی کی شادی کے اخراجات کے لیے نقدی دستیاب نہ ہونے کی فکر جان جوکھم میں ڈال رہی ہے، کہیں کسان بیج وکھاد نہ حاصل کرسکنے کی وجہ سے جان دے رہا ہے، کہیں بڑے مہاجن پرانے نوٹ قبول نہ کرکے غریبوں کی جان لے رہے ہیں، کہیں نوٹ بندی کے سبب مریض جان سے ہاتھ دھو رہے ہیں، اور کہیں برسوں کی جمع پونجی کے ضائع ہونے کی فکر قضائے الٰہی بن رہی ہے۔ اور خیال رہے کہ اموات کی فہرست تو بہر کیف اخبارات کے صفحات الٹ پلٹ کر بہت حد تک بنائی جاسکتی ہے، تاہم نوٹ بندی کی وجہ سے ایک ارب لوگ گذشتہ تین مہینوں سے جو مصائب

وآلام اور صعوبتیں جھیل رہے ہیں، ان کی تفصیلات تک پہنچنے کی سبیل نکل جائے، تو لاکھوں صفحات بھی ناکافی ہوجائیں۔ اس طرح یہ کہنا حالات کی درست عکاسی ہوگی کہ نوٹ بندی ایک ایسی مصیبت رہی ہے، جس سے نہ صرف ہندوستان کے بڑے شہر، بلکہ دیہات اور چھوٹی چھوٹی گلیاں تک محفوظ نہ رہ سکی ہیں۔ اس لیے، نہ جانے کیوں، مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب تک لوگ جان 'بچانے' کے لیے لائن پر لگتے رہے، تاہم موجودہ انتخابات میں وہ جان 'چھڑانے' کے لیے لائن پر ضرور لگیں گے۔ ☆☆☆

اسمبلی انتخابات میں نوٹ بندی سے ہونے والی پریشانیوں کا بدلہ عوام ضرور لیں گے

مولانا محمد عرفان قادری ، استاذ مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن، شاہی مسجد، بڑا چاند گنج، لکھنؤ

مذہبی رسالوں میں ماہنامہ اشرفیہ ایک کثیر الاشاعت اور کثیر المطالعہ جریدہ ہے۔ اس ماہنامہ میں بزم دانش کالم کے تحت ہر ماہ انتہائی حساس اور اہم موضوع پر اہل فکر و قلم کی نگارشات شائع ہوتی ہیں جنہیں پڑھ کر قارئین مستفید ہوتے ہیں۔ ماہ مارچ کا عنوان ہے "۲۰۱۷ء کے الیکشن پر نوٹ بندی کے اثرات۔ مثبت یا منفی؟" موجودہ اسمبلی انتخابات جو کہ ہندوستان کی پانچ ریاستوں گووا، پنجاب، منی پور، اتراکھنڈ اور اتر پردیش میں ہونے تھے اس کا آغاز ۴؍ فروری سے ہوا۔ اور جس وقت یہ تحریر آپ کی نگاہوں سے گزرے گی اس سے پہلے ۱۱؍ مارچ کو اسمبلی انتخابات کے نتائج سامنے آجائیں گے۔ راقم نے مذکورہ عنوان پر اپنی آراء پیش کرنے کے لیے ۹؍ فروری کو کاغذ اور قلم سنبھالا اس لیے حتمی طور پر تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ موجودہ اسمبلی الیکشن میں بی جے پی کی شکست ہوگی تاہم نوٹ بندی سے ہونے والی ناقابل تلافی نقصانات کا بدلہ عوام بی جے پی سے ضرور لیں گے۔ گووا اور پنجاب میں ووٹنگ کے بعد یہ آثار ظاہر ہونے لگے ہیں کہ دونوں ریاستوں میں یا تو کانگریس کی حکومت قائم ہوگی یا عام آدمی پارٹی کی۔ سروے میں کانگریس کا پلہ بھاری دکھایا جارہا ہے۔ اسی طرح دیگر ریاستوں میں بھی مرکزی حکومت کو نوٹ بندی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور اس کا راست فائدہ سیکولر پارٹیاں ہی اٹھائیں گی۔

۸؍ نومبر ۲۰۱۶ء کی نصف شب سے پانچ سو اور ایک ہزار کے نوٹ پر پابندی عائد کرنے کا فیصلہ وزیر اعظم نریندر مودی کا ایک ایسا غیر دانشمندانہ قدم تھا جس کی وجہ سے ملک کے ہر طبقہ کو (بی جے پی کے نیتاؤں اور مودی کے قرابت داروں کے علاوہ) بے انتہا پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مودی جی کا یہ فیصلہ جمہوریت میں تاناشاہی فرمان کا ایک نمونہ بن گیا۔ نوٹ بندی سے کسان اور مزدور سب سے زیادہ متاثر ہوئے، کاروباری اور تجارت پیشہ افراد کا بھی زبردست نقصان ہوا۔ لوگ اپنے ہی پیسے نکالنے کے لیے مہینوں بینکوں اور اے ٹی ایم کا چکر کاٹتے رہے۔ مگر جن لوگوں کے پاس واقعی کالا دھن تھا انہوں نے چور دروازے سے بلیک منی کو سفید کرلیا اور نوٹ بندی سے انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ سابق وزیر اعظم اور ماہر اقتصادیات ڈاکٹر منموہن سنگھ نے نوٹ بندی کو منظم قانونی لوٹ مار قرار دیا۔ راجیہ سبھا میں ڈاکٹر سنگھ نے کہا تھا کہ " وہ خود اور کانگریس پارٹی کالے دھن اور بدعنوانی پر لگام لگانے کے لیے نوٹ بندی کے خلاف نہیں ہیں لیکن اسے نافذ کرنے کے طریقہ کار میں حکومت پوری طرح ناکام رہی ہے اور اس کا خمیازہ عام لوگوں کو بھگتنا پڑرہا ہے۔ سابق وزیر اعظم نے اس بات پر بھی توجہ دلائی کہ اس فیصلے کو نافذ کرتے وقت لوگوں کو ہونے والی دقتوں کو دھیان میں رکھنا ضروری تھا۔ حالانکہ نریندر مودی نے کہا ہے کہ پچاس دن کا انتظار کیجئے لیکن غریب لوگوں کے لیے پچاس دن کی دقتیں ایک بڑی آفت ہے۔ درجنوں لوگوں کی جان جاچکی ہے اور جو کچھ بھی ہوا ہے اس سے لوگوں کا کرنسی اور بینکنگ سسٹم میں اعتماد کم ہوگا" (روزنامہ انقلاب لکھنؤ، ۲۵؍ نومبر ۲۰۱۶ء)

حقیقت بھی یہی ہے کہ نوٹ بندی سے سوائے نقصانات کے فائدہ نظر نہیں آیا۔ تین مہینے سے زائد عرصہ گزر گیا مگر لوگوں کی پریشانیاں اب بھی کم نہیں ہوئی ہیں۔ صرف چند دولت مند افراد آسودہ حال ہیں، عام آدمی، میڈل کلاس، یومیہ مزدوری کرنے والے اور غریب طبقہ ابھی بھی پریشان ہے۔

اب آئیے نوٹ بندی سے ہونے والی پریشانیوں اور نقصانات پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں۔

☆ پانچ سو اور ایک ہزار کے نوٹوں کی منسوخی کے وقت ملک کی ۸۴؍ فیصد رقم انہی دونوں نوٹوں کی شکل میں موجود تھی۔ ملک کی دونوں بڑی کرنسی پر پابندی کے ساتھ دو دن تک بینک اور اے ٹی ایم بند کردیے گئے، اب جن کے پاس سو، پچاس اور دس بیس کے نوٹ نہیں تھے انہیں کھانے پینے سے متعلق تمام ضروری اشیاء کی خریداری

میں کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا، بہتوں کو فاقہ کشی تک کرنی پڑی۔

☆تیسرے دن جب بینک کھلے تو پرانے نوٹ کو بدلوانے اور نئے نوٹ نکالنے کے لیے بے تحاشہ بھیڑ دوسری طرف نئی کرنسی کی عدم فراہمی کی وجہ سے پورا پورا دن لائن میں لگنے کے باوجود لوگوں کے ہاتھ مایوسی لگی اور انہیں خالی ہاتھ گھروں کو واپس لوٹنا پڑا۔اس مایوسی نے کئی لوگوں کی جان تک لے لی، نوٹ بندی کی وجہ سے ہلاک شدگان سو کا ہندسہ پار کر گئے۔

☆ہندوستان کی نصف سے زیادہ آبادی دیہات میں رہتی ہے جن میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کا بینک اکاؤنٹ نہیں ہے اوران کے پاس جو تھوڑا بہت نقدی ہوتی ہے وہ ناساز گار وقت کے لیے گھروں میں ہی رکھتے ہیں۔ایسے افراد کو افراتفری کے ماحول میں اکاؤنٹ کھلوانے میں دوہری مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔

☆ماہ نومبر میں کسان ربیع فصلوں کی بوائی کرتے ہیں اور اس مہینہ میں موسم معتدل ہونے کی وجہ سے شادی بیاہ بھی زیادہ ہوتی ہے۔نوٹ بندی کی وجہ سے کسان وقت پر نہ تو اپنے کھیتوں میں فصل لگا سکے اور نہ ہی ٹھیک طریقے سے کھاد اور پانی دے سکے جس سے کسانوں کو زبردست نقصان اٹھانا پڑا۔پیسوں کی قلت کی وجہ سے بے شمار لوگوں نے شادیاں منسوخ کیں۔

☆جس وقت نوٹ کی منسوخی کا آرڈر ہوا ان گنت لوگ بیمار تھے اور ہزاروں مریض اسپتالوں میں زیر علاج اور بہت سے روبہ صحت ہو کر اسپتال سے باہر جانے کا راستہ دیکھ رہے تھے۔مگر ہاتھ میں پیسہ نہ ہونے کے سبب کئی لوگ دم توڑ دئیے، بہت سے مریض اسپتالوں میں درد سے تڑپتے رہے اور کئی مریض صحت یاب ہونے کے باوجود اضافی چارج برداشت کیے۔

☆بی جے پی کی حکومت قائم ہونے کے کچھ ہی دن بعد مہنگائی ایک دم سے عروج پر پہنچ گئی چونکہ نوٹ بندی سے ملک کی معیشت پر بہت برا اثر پرا مہنگائی کی شکل میں جس کی مار عوام ہی جھیل رہے ہیں۔

اب ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچیں کہ نوٹ بندی کی وجہ سے جن کے یہاں فاقہ کشی کی نوبت آئی، جن کے بچے اور اہل خانہ بھوک سے بے حال ہوئے، نئی کرنسی نہ ملنے پر جن کے گھر یا خاندان یا رشتہ کا کوئی فرد فوت ہو گیا، جن لوگوں کو نہ چاہ کر بھی بینک اکاؤنٹ کھلوانے یا خون پسینے سے کمائی ہوئی رقم کو بینک سے نکالنے میں مصیبتیں جھیلنی پڑیں کیا وہ بی جے پی کو ووٹ دیں گے؟ کیا نوٹ بندی کی وجہ سے جن کسانوں کے ہرے بھرے اور فصلوں سے لہلہاتے ہوئے کھیت تباہ و برباد ہو گئے یا جن کی بیٹیوں اور بہنوں کے ہاتھ پیلے ہونے سے رہ گئے، جن کے سامنے ان کی اولاد، بیوی، والدین یا گھر کا کوئی بھی فرد وقت پر علاج نہ ہونے کی بنا پر اس دنیا سے چل بسا کیا وہ بی جے پی کو فتح سے ہمکنار کریں گے؟ ہر گز نہیں بالفرض محال ملک کے عوام نوٹ بندی سے ہونے والی تمام تر پریشانیوں کو یکسر فراموش کر دیں تب بھی وہ یہ نہیں چاہیں گے کہ بی جے پی کی حکومت دوبارہ بنے کیونکہ مہنگائی ساری مصیبتوں پر بھاری ہے جس سے عام آدمی کا جینا دوبھر ہو رہا ہے۔

مودی جی نے ۲۰۱۴ء میں الیکشن کے وقت اور حکومت بننے کے بعد یہ وعدہ کیا تھا کہ عوام کے اچھے دن آئیں گے اور سب کا وکاس ہو گا۔اسی لیے عوام نے انہیں وزیر اعظم کی کرسی تک پہنچا دیا تھا۔مگر ڈھائی سال کے اندر لوگوں کو بخوبی اندازہ ہو گیا کہ مودی جی جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں اور جو کرتے ہیں اسے زبان پر بھولے سے بھی نہیں لاتے۔وعدہ کیا تھا سب کے وکاس کا لیکن آمادہ ہیں سب کا ستیاناس کرنے پر۔فروری میں پیش کیا جانے والا ۱۸-۲۰۱۷ء کا مرکزی بجٹ بھی مایوس کن رہا۔نوٹوں پر پابندی کے بعد امید کی جا رہی تھی کہ اس بجٹ میں نوٹوں پر پابندی کے صدمے کو دور کرنے، معیشت کو درست بنانے، مہنگائی کم کرنے، روزگار بڑھانے اور ملک کو ترقی کی سمت لے جانے کے لیے ٹھوس اقدامات ہوں گے لیکن بجٹ میں ایسی تمام کوششیں ندارد ہیں۔ساتویں پے کمیشن میں خاطر خواہ فائدہ نہ ملنے کے سبب سرکاری ملازمین بھی کافی ناراض ہیں۔مجموعی اعتبار سے موجودہ اسمبلی انتخابات میں بھارتیہ جنتا پارٹی کے لیے حالات انتہائی ناساز گار ہیں، پارٹی پر یہ واضح بھی ہو چکا ہے۔یہی وجہ ہے کہ پنجاب کے ایک تشہیری پروگرام میں وزیر داخلہ راجناتھ سنگھ پر جب جوتا پھینکا گیا تو اس کے جواب میں انہوں نے بس اتنا کہا کہ ووٹ نہیں دینا ہے تو مت دو مگر کسی پر جوتا مت پھینکو۔

بی جے پی کو یقین ہو گیا ہے کہ اسمبلی انتخابات میں بالخصوص یوپی کا الیکشن جیتنا اب ہمارے لیے آسان نہیں رہا اس لیے اپنی ترکش کا آخری تیر بھی نکال لیا ہے۔بی جے پی کے لیڈران اکثریتی طبقہ کا ووٹ حاصل کرنے کے لیے رام مندر سمیت اقلیتوں خاص طور سے مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز بیانات کا سہارا لے رہے ہیں۔۵؍فروری کو مرکزی وزیر روی شنکر پرساد نے ایک پریس کانفرنس میں بے باک انداز میں کہا کہ بی جے

پی کی حکومت آئی تو یوپی میں سلاٹر ہاؤس بند کردیئے جائیں گے اور تین طلاق پر بھی پابندی لگادی جائے گی۔ ۷؍فروری کو مرکزی وزیر مملکت برائے کامرس اینڈ انڈسٹری نرملا سیتارمن نے لکھنؤ میں بابری مسجد تنازع پر بے تکا بیان دیتے ہوئے کہا کہ رام مندر پورے ملک کی آستھا کا مرکز ہے اور یہ ایودھیا میں نہیں تو کیا انڈونیشیا میں بنے گا؟ انہوں نے بھی دعویٰ کیا کہ بی جے پی کی حکومت بننے پر ریاست کے سبھی سلاٹر ہاؤس سختی سے بند کرا یا جائے گا۔ ونے کٹیار، یوگی، اوما بھارتی وغیرہ بھی مسلسل زہر افشانی کررہے ہیں۔ اس قسم کے متنازع بیانات کا مقصد صرف یہی ہے کہ مسلم لیڈران بھی کچھ الٹے سیدھے بیان دیں اور اکثریتی فرقہ کو متحد کرکے ان کا ووٹ آسانی سے حاصل کرلیا جائے۔ لیکن ۲۰۱۷ء کے اسمبلی الیکشن پر نہ تو بھڑکیلے بیانات کا کوئی اثر پڑتا دکھائی دے رہا ہے اور نہ ہی مودی کی جادوئی تقریر عوام پر اثر انداز ہورہی ہے۔ بلکہ اکثریت کی زبان پر یہی ہے کہ الیکشن میں مودی سے نوٹ بندی کا بدلہ ضرور لیں گے اس لیے بی جے پی کا صفایا ہونا طے ہے۔ خدانخواستہ اگر بی جے پی کامیابی سے ہمکنار ہوگئی تو رائے دہندگان پر ''آبیل مجھے مار'' والا مقولہ صادق آئے گا۔

☆☆☆

نوٹ بندی نے الیکشن مزید مہنگا کردیا

صابر رضا رہبر مصباحی، سب ایڈیٹر روزنامہ انقلاب، پٹنہ

ہمیں جمہوریت سے قطعی بیر نہیں بلکہ ہم اسے ایک نعمت مترقبہ سمجھتے ہیں مگر جمہوریت کا یہ اصول اب تک ہماری سمجھ میں نہیں آسکا ہے کہ ۴۹؍دانشمندوں کی رائے پر ۵۱؍بیوقوف کی بات کو فوقیت دی جائے گی۔ جمہوریت کوئی کھیل تماشہ نہیں بلکہ بقول ابراہیم لنکن عوام کے لیے عوام کی حکومت کا نام ہے لیکن آج دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہندستان میں طرز حکمرانی پر غور کریں تو جمہوریت کی لاش پر حق وانصاف ماتم کناں نظر آتا ہے۔ آرایس ایس کے سابق پرچارک اور وزیراعظم نریندر مودی نے جب نوٹ بندی کا اعلان کیا تھا اس وقت اترپردیش، پنجاب اور گوا میں اسمبلی انتخابات کی صدا گونج رہی تھی حالاں کہ انہوں نے نوٹ بندی کو 'دیش بھکتی' سے جوڑتے ہوئے تین اسباب بیان کیے تھے۔ پہلا نوٹ بندی سے دہشت گردانہ سرگرمیوں پر لگام لگے گا، دوسرا، نقلی نوٹ کا چلن بند اور تیسرا بدعنوانی ختم ہوگی۔ اسے نریندر مودی کی طلسماتی شخصیت کی جادوگری کہیں یا پھر آرایس ایس کی تربیت کا نتیجہ کہ مودی نے پورے ملک کو قطار میں کھڑا کرکے بھی واہ واہی لوٹ لی۔ مگر پچاس دنوں کے بعد جب مودی بھگتوں کے سر سے دیش بھکتی کا بھوت اترا تب سمجھ میں آیا کہ اقتصادی ایمرجنسی سے غریب اور متوسط طبقہ کے کاروباری سڑکوں پر آگئے اور ملک کی اقتصادی حالات چرمراگئی مگر تب تک بہت دیر ہوچکی تھی۔ نوٹ کے صدقے طفیل میں جن سوا سو بے گناہوں کی جانیں گئیں ان کے اہل خانہ کے زخموں پر مرہم پٹی کرنے والا کوئی نظر نہیں آیا۔

نوٹ بندی کے چند دنوں کے بعد ہی کشمیر میں ایک مبینہ دہشت گرد کے پاس سے دوہزار کا نوٹ برآمد ہوا جس نے اس دعویٰ کی ہوا نکال دی کہ دوہزار روپے کے نقلی نوٹ نہیں چھاپے جاسکتے۔ ریزروبینک آف انڈیا کے مطابق ۹۷؍فیصد پرانی کرنسی بینک میں واپس آگئی یعنی بازار میں نقلی نوٹ تھا ہی نہیں اور اگر تھا بھی تو وہ ۳؍فیصد یعنی آٹے میں نمک کے برابر اور جہاں تک بات ہے کالا دھن کی تو مودی جی سے یہ بار بار پوچھا جاچکا ہے کہ دن بھر مزدوری کرنے والوں کے پاس کالا دھن کہاں سے آئے گا۔ کالا دھن تو ریئل اسٹیٹ اور سوئزرلینڈ میں ہے مگر اس کے خلاف کارروائی کرنے کی بات انہیں کہاں سوجھنے والی ہے اس لیے تو امت شاہ نے دوٹوک کہا تھا کہ کالا دھن واپس لانے کی بات بس ایک 'انتخابی جملہ' تھا۔

لوگوں کو لگا تھا کہ نوٹ بندی ایک اچانک فیصلہ کا نتیجہ تھا مگر جب میڈیا کے توسط سے دھیرے دھیرے یہ بات سامنے آنے لگی کہ بی جے پی نے بنگال اور بہار کے علاوہ دیگر ریاستوں میں پرانے نوٹوں سے دفتر کے نام پر کڑوروں کی زمینیں خریدی ہیں تب ان کے ہوش ٹھکانے لگے لیکن کہا جاتا ہے کہ جب اپوزیشن کمزور ہو تو برسراقتدار طبقہ کی بات ہی درست ٹھہرتی ہے۔ کچھ لوگ مصلحتاً خاموش ہوگئے تو کچھ لوگوں کو خاموش کرادیا گیا۔ پنجاب، اترپردیش کے آگرہ، مدھیہ پردیش اور کلکتہ میں بی جے پی کے کئی لیڈران نئے کڑوروں روپے کے نئے نوٹوں کے ساتھ پکڑے گئے یہ تمام نوٹ یقینی طور پر انتخابات میں استعمال ہونے والے تھے، جب آگرہ میں نئے نوٹوں سے بھری کار پکڑی گئی تو باضابطہ بی جے پی کے قومی صدر امت شاہ نے انکم ٹیکس کو خط لکھا اور اسے چھوڑ دیا گیا۔

الیکٹرانک میڈیا کے مشہور اینکر روش کمار نے نوٹ بندی کے فوراً بعد کہا تھا کہ اگر انتخابات کے دوران ایک ہی ہیلی کاپٹر سے کئی پارٹیوں کے لیڈران اڑان بھرے اور ایک سیاسی پارٹیوں کے مشترکہ اجلاس ہونے لگے تبھی یہ سمجھا جائے گا کہ نوٹ بندی سے بدعنوانی پر لگام لگی ہے اگر ایسا نہیں ہوگا تو سمجھ لیجیے گا کہ کھلونے دے کر بہلائے گئے ہیں۔

نوٹ بندی سے ملک کی انکونامی پوزیشن خراب ہوگئی ایک اندازے کے مطابق پیسوں کی سپلائی میں کمی کے باعث ملک کی کل آمدنی کی شرح نمو میں زبردست کمی واقع ہوئی۔ ایکویٹی پر ریسرچ کرنے والے ممبئی کے ایک معتبر ادارے، Ambit Capital کے مطابق ملک کی کل گھریلو پیداوار کی شرح نمو جو کہ تقریباً سات فیصد ہے اس میں عنقریب تین فیصد تک کمی گئی ہے۔ مودی حکومت کے اس فیصلے کو بلیک منی اور نقلی کرنسی کے خاتمے کے طور پر دکھایا جارہا ہے ۔ خود وزیراعظم مودی کے مطابق نوے فیصد بلیک منی زمینوں، بلڈنگوں اور سونے وغیرہ کی شکل میں بیرون ممالک میں ہے۔ہاں چار سے چھ فیصد بلیک منی کیش کی شکل میں ملک کے اندر موجود ہے جس پر ٹیکس ادا نہیں کیا گیا ہے۔ چار فیصد بلیک منی کے لیے (بعض ذرائع کے مطابق ان میں ایک بڑی مقدار کو وائٹ کرلیا گیا ہے) پوری معیشت کو داؤ پر لگانا کون سی عقل مندی ہے۔ امریکہ کا ایک معروف اخبار ”دی گارجین“ اپنے اداریہ میں لکھتا ہے کہ نوٹ بندی سے ملک کے امیروں کو کچھ فرق نہیں پڑے گا ملک کی بڑی آبادی جس میں غریبوں کی اکثریت ہے وہ اس فیصلے سے سب سے زیادہ متاثر ہوگی. ایک دوسرے امریکی خبر رساں ایجنسی ”بلومبرگ“ کے مطابق پہلی نظر میں یہ فیصلہ مودی کا ماسٹر اسٹروک لگتا تھا لیکن بعد میں یہ فیصلہ غلطیوں کا مجموعہ نظر آرہا ہے جس نے ہندوستان کی معیشت کو کافی پیچھے ڈھکیل دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مودی حکومت کا مقصد نہ تو بلیک منی کو حاصل کرنا ہے اور نہ ہی اس کا تعلق جعلی کرنسی کا خاتمہ یا عوامی فلاح و بہبود سے ہے بلکہ یہ بڑی کمپنیوں اور بینکوں کو بچانے کی ایک کوشش ہے۔ دراصل بینکوں کا استعمال نہ ہونے والا سرمایہ بہت زیادہ بڑھ چکا تھا اور ابھی حال ہی میں تقریباً سوا لاکھ کروڑ روپے کو رائٹ آف کیا گیا تھا جس کی وجہ سے بینک کافی خسارے میں چل رہے تھے نوٹ بندی کے اس فیصلے سے بینکوں کو بڑی راحت ملی ہے اور وہ بحران کا شکار ہونے سے بچ گئے۔

نوٹ بندی سے انتخابات کے دوران دولت کا غلط استعمال رکنے پر شک ہے۔ انتخابات کے دوران مختلف مسائل پر سروے کر کے اپنی رائے رکھنے والے ادارے الیکشن واچ کا دعوی ہے کہ ممکنہ امیدواروں نے سارے راستے نکال لیے ہیں۔ بینکوں کے دلالوں سے مل کر کیش جٹایا گیا ہے، جس کو انتخابات میں کھپایا جائے گا۔

پرانے نوٹوں سے شراب اور ساڑیاں جٹالی گئی ہیں۔ اب آگے کم خرچ ہو اس کے لیے امیر لوگوں سے کیش میں چندہ لینے کی جگہ ان سے وسائل اکٹھے کرنے کے لیے دھمکایا جارہا ہے جس سے آئندہ انتخابات میں جرائم بڑھنے کا بھی خدشہ ہے۔ الیکشن واچ نے ۱۰/ چیمبرز میں ۳۰۰۰/ لوگوں پر یہ سروے کیا جن میں سے ۳۰۰/ افراد آئندہ انتخابات کے امیدوار ہیں۔ ان امیدواروں میں ۶۹/ فیصد نے تسلیم کیا کہ نوٹ بندی سے الیکشن کا خرچ کم ہونے کی بجائے ۱۰/ سے ۳۰/ فیصد تک اضافہ ہوگا۔

کرپشن پر فیصلہ کن حملہ بتائے جانے والے نوٹ بندی کے بعد اتر پردیش اسمبلی انتخابات میں ہونے والے اخراجات میں کمی کے بجائے اور اضافہ ہوگا۔ نوٹ بندی انتخابات میں کالے دھن کے استعمال پر روک نہیں لگ سکے گا۔ نوٹ بندی کے فیصلے کے بعد انتخابات میں کالا دھن کھپانے والوں نے اس کے نئے نئے طریقے تلاش کر لیے ہیں۔ اے ڈی آر سروے کے مطابق نوٹ بندی کے بعد بھی اتر پردیش کے اسمبلی انتخابات میں لیڈران گزشتہ سالوں کے مقابلے ۱۰/ سے ۳۰/ فیصد زیادہ روپے خرچ کریں گے۔ سروے میں ممکنہ امیدواروں اور پارٹی عہدے داروں میں سے ۶۹/ فیصد لوگوں نے کہا کہ نوٹ بندی سے انتخابی مہم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

جب کہ ۶۵/ فیصد لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سے ووٹروں کی خرید و فروخت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا زیادہ تر ممکنہ امیدواروں میں سے ۷۰/ فیصد کا کہنا تھا کہ وہ انتخابات جیتنے کے لیے پرانے طریقوں کا ہی سہارا لیں گے حالاں کہ نوٹ بندی کے سبب سروے میں شامل ۸۰/ فیصد عام لوگوں نے مانا ہے کہ اس کی وجہ سے انتخابی مہم میں کافی مشکل ہو جائے گی۔ انتخابات سے متعلق سامانوں کی تجارت کرنے والے ۷۰/ فیصد تاجروں کا خیال ہے کہ اس کے سبب ان کے کسٹمر کم ہوئے ہیں۔ کیش لیس نظام نافذ کیے جانے اور نمبر ایک میں ادائیگی پر زور کے چلتے ۶۰/ فیصد نے تسلیم کیا ہے کہ اس سے ان کے کاروبار پر کوئی اثر نہیں ہوگا جبکہ ۳۰/ فیصد کا کہنا ہے کہ تھوڑا بہت اثر ہوگا۔

نوٹ بندی کے بعد اتر پردیش میں ہونے والے اسمبلی انتخابات کے اخراجات کے پیٹرن اور ممکنہ طریقوں پر انتخابات میں بہتری کے لیے کام کر رہی تنظیم ایسوسی ایشن فار ڈیموکریٹک ریفارم (اے ڈی آر) یوپی الیکشن واچ نے گزشتہ دنوں اتر پردیش کے مختلف علاقوں کی مختلف نشستوں پر سروے

کرایا۔ اے ڈی آر اترپردیش کے چیف کنوینر سنجے سنگھ نے بتایا کہ 'ریاست کے ۱۰؍چیمبر جھانسی، باندہ، کانپور، لکھنؤ، میرٹھ، بنارس، گورکھپور، الہ آباد، آگرہ اور بریلی کے ۳۰؍اسمبلی نشستوں پر اے ڈی آر کی ریسرچ ٹیم کے ارکان نے ممکنہ امیدواروں، پارٹی عہدیداروں اور الیکشن میں کام کرنے والے کاروباریوں اور کارکنوں سے سوال پوچھے اور پہلے سے تیار شدہ سوالنامے بھروائے۔ اس دوران ۳۰؍اسمبلی حلقوں میں ۳۰۰۰؍لوگوں سے گفتگو کی گئی ہے۔ ان میں سے ۳۰۰؍افراد انتخابات کے امیدوار اور جماعتوں کے عہدیدار تھے جنہوں نے کھل کر اس حقیقت کا اظہار کیا کہ ہمارے اخراجات میں نوٹ بندی نے اضافہ کر دیا ہے۔

سروے کے دوران یہ سامنے آیا کہ بڑی تعداد میں انتخابی پیسہ جن دھن اکاؤنٹس میں جمع کرایا گیا تھا۔ ممکنہ امیدواروں اور پارٹیوں نے نوٹ بندی کے ساتھ ہی تمام کالا دھن انتخابات کے لیے خرچ کی شکل میں ایڈوانس میں دے ڈالا ہے۔ ممکنہ امیدواروں اور سیاسی جماعتوں کی اور گاڑیاں، قیمتی سامان، ساڑیاں اور موبائل وغیرہ کی خریداری بھی ہو چکی ہے۔ سروے میں یہ بھی سامنے آیا کہ نوٹ بندی کی وجہ سے نئے قسم کے دلال پیدا ہو گئے ہیں جو انتخابات کے دوران کالا دھن کھپانے میں لگے ہیں ساتھ ہی سروے سے یہ بھی انکشاف ہوا کہ انتخابات کے دوران میڈیا پر بھی غیر اعلانیہ طور پر خرچ کیا جائے گا جس میں ایک بڑا حصہ سوشل میڈیا کا بھی ہوگا۔

سنجے سنگھ کے مطابق رینڈم طریقے سے کیے گئے اس سروے میں پوری ریاست کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ہر ضلع میں کم سے کم ہدف کے گروپ (ٹارگیٹ گروپ) کے سات لوگوں سے بات چیت کی گئی ہے۔ ہدف کے گروپ (ٹارگیٹ گروپ) دو قسم کے تھے۔ پہلے براہ راست طور پر انتخاب سے منسلک ہو جیسے امیدوار، جماعتوں کے ضلع صدر یا اسمبلی صدر جبکہ دوسرا بالواسطہ طور پر منسلک گروپ جیسے ساؤنڈ سسٹم، خیمہ اور سایبان ہاؤس، بینر ہورڈنگ کاروباری، واقعہ یا الیکشن انتظامیہ سے منسلک تاجر وغیرہ۔ اس سروے کے دوران ماہرین تعلیم، انتخابات میں بہتری پر کام کر رہے سماجی کارکنان وغیرہ سے بھی گفتگو کی گئی ہے۔ سروے کے دوران ہدف گروپوں (ٹارگیٹ گروپ) کے لوگوں سے ذاتی طور پر ملا گیا یا پھر ان سے فون کے ذریعہ سوال پوچھے گئے ہیں۔

اس سروے میں سامنے آیا ہے کہ مذہبی تقریبات کے ذریعے بھی ووٹروں کو آمادہ کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ کئی جگہ بھاگوت کتھا، جلسے اور مشاعرے ہو رہے ہیں۔ کہیں کرکٹ مقابلوں کا انعقاد ہو رہا ہے جس میں جم کر خرچ کیا جا رہا ہے۔ یہاں بڑی تعداد میں لوگوں کو کھانے کے سامان اور تحائف دیے جا رہے ہیں۔

انتخابی تشہیر کی فنڈنگ پر نظر رکھنے والے دہلی میں واقع سینٹر فار میڈیا اسٹڈیز یت (CMS) کے مطابق اترپردیش جیسی ریاست میں کل فنڈنگ کے دو تہائی سے بھی کم کے لیے بی جے پی نقد پر منحصر ہے جبکہ خیال کیا جاتا ہے کہ سماج وادی پارٹی (ایس پی) اور بہوجن سماج پارٹی (بی ایس پی) جیسی علاقائی پارٹیاں اپنی تشہیر پر ہونے والے کل اخراجات کے ۸۰؍سے ۹۵؍فیصد حصے کے لیے نقد رقم پر انحصار کرتی ہیں۔

واشنگٹن میں واقع کارنیگی اینڈاؤمنٹ فار انٹرنیشنل پیس کے جنوبی ایشیا کے ماہر ملن ویشنو نے کہا 'اندازہ ہے کہ اس سے سب کو نقصان ہوگا، لیکن اگر تقابلی طور سے دیکھیں، تو بی جے پی زیادہ مضبوطی سے اس سے باہر آسکے گی ... 'انتخابات کے لیے سرکاری فنڈنگ نہ ہونے کی وجہ سے غیر قانونی نقدی ہی سیاسی جماعتوں کے کام آتی ہے، جس میں وہ امیدواروں اور تاجروں سے جمع کرتی ہیں، اور پھر وہی نقد ریلیوں کے انعقاد، ہیلی کاپٹروں کے انتظام اور ووٹ حاصل کرنے کی خاطر تحفے کی شکل میں خرچ کی جاتی ہے۔ نوٹ بندی سے عام لوگ اور چھوٹے و متوسط درجہ کے تاجروں کو زبردست نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے اور بی جے پی کو سبق سکھانے کا اچھا موقع انہیں یوپی الیکشن کی شکل میں ہاتھ لگا ہے۔ اس لیے ایمانداری سے عوام اپنے حق رائے دہی کا استعمال کرتے ہیں تو شاید بی جے پی کے لیے یہ انتخاب عبرت انگیز ہوگا حالاں کہ پنجاب میں بی جے پی حالت پتلی اور گوا انتخابات کے حوالے سے بھی جو پیشین گوئی کی جا رہی ہے وہ بھی بھارتیہ جنتا پارٹی کے لیے حوصلہ افزا نہیں مگر اترپردیش کے حالات دگرگوں ہیں۔ سیکولر پارٹیوں کا ایک پلیٹ فارم نہ آنے کے سبب حالات لوک سبھا انتخابات کے جیسے ہو گئے جب بی جے پی نے تقریباً ۶۸؍فیصد ووٹوں کے بکھراؤ کا خوب خوب فائدہ اٹھایا اور محض ۳۲؍فیصد ووٹ کی بدولت پوری اکثریت کے ساتھ دہلی گدی پر براجمان ہو گئی۔ اگر بہار سے سبق لیتے ہوئے یوپی میں بھی سیکولر اتحاد کی شکل سامنے ہوتی تو نوٹ بندی کا غلط اثر کھل کر سامنے کا امکان روشن ہوتا ۔ سیاسی پنڈتوں کے مطابق ۲۰۱۷ء کے اسمبلی انتخابات پر نوٹ بندی کے کچھ زیادہ اثرات نہیں پڑنے والے ہیں کیوں کہ ووٹ دینے والے اور لینے والے دونوں کے نہ تو طریقہ کار میں فرق آیا اور نہ ہی سپریم کورٹ کے اس حکم نامے کا اثر نظر آ رہا ہے جس میں ذات پات اور مذہب کے نام پر ووٹ مانگنے کو جرم قرار دیا گیا تھا۔ فرقہ واریت سر چڑھ کر بول رہی ہے اور الیکشن کمیشن تماشہ بیں ہے۔ ☆☆☆

نقد و نظر

محترم قارئین اشرفیہ! آپ کو جان کر خوشی ہوگی کہ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور میں تبصرے کے لیے بہت سی کتابیں موصول ہوتی ہیں، سب پر تبصرہ لکھنا کچھ مشکل ہوتا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ ان کتابوں پر بھی تبصرہ آئے گا، سرِ دست ہم ان کتابوں کا مختصر تعارف نوٹ کرتے ہیں، تاکہ کتابوں کی دستیابی کے یقین کے ساتھ قارئین کو بھی کا علم ہو جائے۔

تعارف نگار : مبارک حسین مصباحی

....

اہلِ سنت کی آواز (خصوصی شمارہ: تعلیم)

جلد: ۲۳، محرم الحرام ۱۴۳۸ھ/نومبر ۲۰۱۶ء

مدیرِ اعلیٰ: پیرِ طریقت حضرت سید شاہ نجیب حیدر قادری برکاتی نوری

طابع و ناشر: حضرت مدیرِ اعلیٰ، سجادہ نشیں خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف۔

ملنے کا پتہ: دار الاشاعت برکاتی، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، ضع ایٹہ (یوپی)

اس شمارے میں اداریہ، گوشۂ مضامین میں ۲۵/ مضامین اور گوشۂ روداد و کوائف میں ۵/ تحریریں ہیں۔ کل صفحات ۴۳۲ ہیں۔ ترتیب و طباعت انتہائی اعلیٰ اور معیاری ہے۔

مدیرِ اعلیٰ نے اداریے میں مضامین اور قلم کاروں پر بڑے معلوماتی تبصرے فرمائے ہیں۔ خانقاہ برکاتیہ کی موجودہ علمی سرگرمیوں پر گراں قدر معلومات رقم فرمائی ہے اور دنیا سے اٹھ جانے والے اہم افراد پر بھی افسردگی کے ساتھ اظہارِ غم کیا ہے۔

یہ خصوصی شمارہ دینی اور عصری تعلیم پر گراں قدر معلوماتی اور فکر انگیز مضامین کا مجموعہ ہے۔ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ اہلِ سنت کا عظیم روحانی مرکز ہے۔ امینِ ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشیں ہیں، دینی اور عصری علوم میں بلند مقام رکھتے ہیں، اسی طرح ان کے دیگر برادران بھی۔

....

صنفِ نعت اور شعرائے نعت

مصنف: ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر قادری ابوالعلائی، سجادہ نشیں خانقاہ ابوالعلائیہ، نیا حجرہ، چک، الہ آباد۔

تاریخِ اشاعت: نومبر ۲۰۱۱ء   قیمت: ۱۵۰/ روپے

ملنے کا پتہ: سید حیات احمد ارمان، خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ، نیا حجرہ چک، الہ آباد۔

صنفِ نعت کے حوالے سے اردو کے قدیم شعرائے نعت کے موضوع پر تیرہ وقیع عنوانات ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے صنفِ نعت پر معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

....

ساغر نظامی: حیات اور ادبی خدمات

صفحات: ۳۰۴   اشاعت: ۲۰۱۶ء

تعداد: ۵۰۰   قیمت: ۳۰۰ روپے

ملنے کا پتہ: حمایت جائسی 2/235، سیکٹر .H کرسی روڈ، جانکی پورم، لکھنؤ۔

یہ مقالہ جناب ڈاکٹر حمایت جائسی کی پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے، جو زبان و ادب اور فکر و شاعری کا قابلِ ذکر کارنامہ ہے۔ مصنف اس وقت یونٹ انچارج، روزنامہ راشٹریہ سہارا لکھنؤ ہیں۔ نظم و نثر میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں اور صحافت کے میدان میں انفرادیت کے حامل ہیں، ملنے ملانے میں بلند اخلاق ہیں۔

....

عراق جو میں نے دیکھا (سفرنامہ)

مصنف: ڈاکٹر یامین انصاری

صفحات: ۱۴۰   اشاعت: ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء

مصنف کا عہدہ: ریزیڈینٹ ایڈیٹر روزنامہ انقلاب دہلی (جولائی ۲۰۱۳ء تا حال) موصوف اعلیٰ صلاحیت کے حامل اور بلند اخلاق ہیں۔ آپ نے بی اے، ایم اے اردو آگرہ یونیورسٹی آگرہ، ڈپلوما ان ٹیچنگ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، بی ایڈ (دہلی یونیورسٹی دہلی) ڈپلوما ان ماس میڈیا، جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی اور پی ایچ ڈی میرٹھ یونیورسٹی میرٹھ سے کی۔ موصوف نے اس دوران قرآن عظیم حفظ فرمایا۔

۱۰/ فروری ۲۰۱۶ء کو صحافیوں اور جدید ذرائع ابلاغ کا ایک قافلہ عراق کے لیے روانہ ہوا، اس میں ایک خاص نام آپ کا بھی تھا۔ اس سفر میں آپ نے کربلائے معلیٰ، نجف اشرف وغیرہ مقدس مقامات کی زیارت کی اور سرکار غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ واپس آکر آپ نے "عراق جو میں نے دیکھا"، دس قسطوں میں روزنامہ انقلاب دہلی میں شائع کیا۔ پیشِ نظر کتاب اسی کا مرقع جمیل اور ادبی لب و لہجہ میں ایک کامیاب سفرنامہ ہے۔

....

حیاتِ اولیاے کالپی

آئینۂ کالپی اور دیگر کتابوں اور رسالوں میں درج مضامین کا مجموعہ

مرتب: حضرت مولانا انوار احمد نعیمی جلال پوری

تصحیح و نظرِ ثانی: مفتی افاق احمد برکاتی

اشاعت: ۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵ء تعداد اشاعت: ۱۱۰۰

صفحات: ۱۵۲ قیمت: ۱۵۰/ روپے

ناشر: اراکین دار العلوم محمدیہ، کالپی شریف، ضلع جالون (یوپی)

ہم امسال گیارہویں شریف کے پروگرام میں ۱۰/ جنوری ۲۰۱۷ء کو کالپی شریف حاضر ہوئے۔ ہم تو صرف خانقاہ محمدیہ سے واقف تھے، ہم نے پہنچ کر عرض کیا، کیا خانقاہ محمدیہ کے علاوہ بھی کالپی شریف میں کوئی خانقاہ ہے، انھوں نے حیرت کا اظہار فرمایا اور بیان کیا کہ یہاں ایک شمار کے مطابق نو سو بزرگوں کے مزارات ہیں اور ہم کو لے کر تین بڑی خانقاہوں میں پہنچے اور عشا کی نماز بھی ایک صدیوں پرانی تاریخی مسجد میں ادا کی جس میں اپنے وقت کے بڑے علما و مشائخ نے نمازیں ادا فرمائیں۔ اس میں آج بھی لمبی لمبی سرنگوں کے راستے بنے ہوئے ہیں، جشنِ غوث اعظم رضی اللہ عنہ میں ہم نے اس کا ذکر خیر کیا اور یہاں کے بزرگوں کے احوال پر تاریخی کتابوں کو دریافت کیا، ذمہ داروں نے فرمایا، کتابیں تو بہت تھیں مگر افسوس اب وہ دستیاب نہیں ہیں۔ نمازِ فجر کے بعد ہم لوگ خانقاہ محمدیہ حاضر ہوئے، فاتحہ پڑھنے اور دعا مانگنے کا شرف حاصل کیا، اس وقت محب گرامی حضرت مفتی محمد اشفاق احمد قادری برکاتی پرنسپل دار العلوم محمدیہ درگاہ معلی کالپی شریف نے "حیاتِ اولیاے کالپی" عنایت فرمائی۔ اس کے مؤلف ہیں حضرت مولانا انوار احمد نعیمی جلال پوری، اس کتاب کو آپ نے بڑی عقیدت اور سلیقہ مندی سے مرتب فرمایا ہے۔ حضرت مرتب باصلاحیت عالم دین اور بزرگ قلم کار ہیں۔ آپ نے اس میں کثیر بزرگوں کے احوال جمع فرمائے ہیں، لب و لہجہ واضح اور دل نشیں ہے، عام طور پر کتاب میں حوالوں کا اہتمام فرمایا ہے۔

....

تذکرہ مشائخِ مارہرہ

مولف: ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی، شعبۂ جغرافیہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اشاعت: نومبر ۲۰۱۶ء تعداد: ۲۰۰۰

قیمت: ۱۵۰/ روپے صفحات: ۱۲۴

ناشر: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، انوپ شہر روڈ، علی گڑھ - ۲۰۲۱۲۲

کتاب کے مؤلف محترم ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی بدایوں شریف کے معروف صدیقی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں، آپ بلند اخلاق اور دل و دماغ کو خوش کر دینے والے فردِ فرید ہیں۔ آپ نثر و نظم میں اپنی ایک انفرادیت رکھتے ہیں، آپ اعلیٰ خطیب ہیں، جلسہ اور مشاعرے کو کنٹرول کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ آپ نظامت میں اپنی ایک شناخت رکھتے ہیں۔

خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ آپ کی ننیہال ہے، آپ کے حقیقی نانا جان سید العلما حضرت علامہ سید آلِ مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں۔

تذکرہ مشائخ مارہرہ کی روحانی داستان سلطان العاشقین، صاحب البرکات حضور سید شاہ برکت اللہ عشقی پیمی مارہروی سے شروع ہوتی ہے۔ ان کے ذکرِ خیر کے بعد متعدّد خانقاہی بزرگوں کے احوال و مقامات اور وظائف و کرامات ہیں۔ لکھنے کا انداز بڑا تاریخی اور دل و دماغ کو متاثر کرنے والا ہے۔ موجودہ مشائخ میں تاج المشائخ امین ملت پروفیسر حضرت سید محمد امین میاں قادری، شرفِ ملت حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی، حضرت سید محمد افضل میاں قادری، رفیقِ ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر نوری کے تذکار بھی ذوقِ مطالعہ کی تسکین کا سامان فراہم کرتے ہیں۔

آخر میں مزارات پر حاضری کے آداب، طریقۂ فاتحہ اور شجرہ شریف بھی ہے۔

ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی عرضِ مؤلف میں لکھتے ہیں:

"مارہرہ شریف کو یہ امتیاز ہمیشہ حاصل رہا کہ یہاں کے مشائخ قدیم دور سے لے کر دورِ حاضر تک صاحبِ علم اور صاحبِ قلم رہے، اگر ان کے علمی کارناموں کی فہرست مرتب کی جائے تو ڈھائی سو سے زیادہ کتابیں اور رسالے مشائخ مارہرہ کے ہمارے سامنے ہوں گے۔" (تذکرہ، ص: ۱۲)

فاضلِ اشرفیہ محبِ مکرم حضرت سید شاہ محمد امان میاں قادری ولی عہد کی زیرِ قیادت نوجوان برکاتیوں میں بڑا حوصلہ پیدا ہو رہا ہے، گذشتہ سال یہی کتاب ہندی میں شائع ہوئی اور امسال اردو میں۔ پیشِ نظر کتاب میں "خانقاہ برکاتیہ میں رسمِ سجادگی" کی تفصیل بھی ہے۔ اس کتاب کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں "تبرکات خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف" کی تفصیل بھی ہے۔

پوری کتاب عشق و عرفان سے لبریز ہے۔ بزرگوں کے احوال بڑے ادب و احترام سے رقم کیے گئے ہیں، اسی ضمن میں خانقاہی رسوم و رواج کی نزاکتوں کو بھی بڑی خوب صورتی سے سپرد قلم کیا ہے۔ کتاب کے مطالعے سے عوام و خواص کو بڑا فیض حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے فیوض و برکات عام فرمائے اور اس کی بھیک سے ہمارے خالی دامن بھی پُر ہو جائیں۔ ☆☆☆

مناجات اور مناقبِ حافظ ملت

مناجات

جلوۂ عشقِ نبی دل میں بسا دے یارب
خاکِ طیبہ سے نگاہوں کو ضیا دے یارب

میرے مولا مجھے محشر کی تمازت سے بچا
اپنے محبوب کے دامن کی ہوا دے یارب

تیرے انعام وکرم کا ہے ملا جس کو شرف
ہاں وہی راستہ مجھ کو بھی چلا دے یارب

عظمتِ شاہِ مدینہ پہ قصیدہ لکھوں
فکرِ حسانؔ کی کچھ ایسی ادا دے یارب

نورِ تقویٰ سے مزین ہو مری بزمِ حیات
قلب کو پاکی، نگاہوں کو حیا دے یارب

زندگی بھر میں رہوں دین پہ قائم دائم
اپنی طاعت کی کلی دل میں کھلا دے یارب

کاش بن جاؤں مدینے کا مسافر اک دن
جیتے جی روضۂ سرکار دکھا دے یارب

عمر بھر جس کا نشہ باقی رہے آنکھوں میں
جام وحدت کا مجھے ایسا پلا دے یارب

جکڑی زنجیرِ مصائب میں ہے یہ شام وسحر
رنج وکلفت کے سلاسل سے چھڑا دے یارب

از: محمد طفیل احمد مصباحی

منقبت

در شان حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ

عالمِ علمِ نہاں ہے حافظِ ملت کی ذات
تاجدارِ عالماں ہے حافظِ ملت کی ذات
نائبِ شاہِ جناں ہے حافظِ ملت کی ذات
زہد کا اک ترجماں ہے حافظِ ملت کی ذات
اک جہاں ان کے کرم سے آج بھی ہے فیض یاب
فیض کا آبِ رواں ہے حافظِ ملت کی ذات
ان سے پڑھ کر کتنے ذرے بن گئے ہیں ماہتاب
علم کا کوہِ گراں ہے حافظِ ملت کی ذات
زندگی اپنی لٹا دی مصطفیٰ کے دین پر
شرع کی وہ پاسباں ہے حافظِ ملت کی ذات
ان کے آگے جھک گئے ہندی حجازی حکمراں
بااثر رکھتی زباں ہے حافظِ ملت کی ذات
اولیا مرتے کہاں ہیں، زندۂ جاوید ہیں
ہاں ہمارے درمیاں ہے حافظِ ملت کی ذات
اپنے تو بوالفیض کے فیضان سے ہیں بہرہ ور
غیر پر بھی مہرباں ہے حافظِ ملت کی ذات
کیوں سہارے کے لیے یوں ہی پھریں ہم دربدر
دستگیرِ بے کساں ہے حافظِ ملت کی ذات
الفتِ خستہ سے ان کا وصف ہو کیسے بیاں
ہے زمیں یہ، آسماں ہے حافظِ ملت کی ذات

از: محمد وثیق الفتؔ نظامی

منقبت

در شان حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ

جب بھی کسی نے علمی جلالت کی بات کی
ہم نے حضور حافظِ ملت کی بات کی

جس دم بڑے بڑوں نے بھی رخصت کی بات کی
اس مردِ متقی نے عزیمت کی بات کی

ایسا دلیر جس نے مصائب میں گھر کے بھی
عزم و یقین، حوصلہ، ہمت کی بات کی

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے باطل کے سامنے
اس شیر دل نے حق و صداقت کی بات کی

اس کے لیے تو حافظِ ملت تھے پھول پھول
جس نے مرے نبی کی محبت کی بات کی

دشمن بھی جن کا دیکھ کے کردار کہہ اٹھا
جاہل ہے جس نے ان سے عداوت کی بات کی

دولت تھی منتظر کہ اشارہ کریں حضور
لیکن کبھی نہ آپ نے دولت کی بات کی

شاکر مرے نصیبہ کی معراج ہی تو ہے
میں نے جو آج حافظِ ملت کی بات کی

از: مولانا حافظ و قاری
محمد شاکر علی رضوی مصباحی

وفیات

حضرت علامہ قمرالدین قمؔر اشرفی کا وصال پر ملال

گھوسی کی بزرگ علمی شخصیت حضرت علامہ و مولانا قمرالدین قمر اشرفی کا طویل علالت کے بعد یکم فروری ۲۰۱۷ بروز جمعرات بوقت شب ۹ر بجے انتقال ہوگیا۔ دوسرے دن بعد نماز ظہر ۳ر بجے مانک پور اسنا نہر کے پاس واقع باغیچہ میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ آپ کی نماز جنازہ الجامعۃ الاشرفیہ کے صدر المدرسین و صدر شعبہ افتا سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی نے پڑھائی۔ اس کے بعد مانک پور اسنا گاؤں میں واقع ان کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ اشرفیہ غوثیہ کے صحن میں ہزاروں سوگواروں نے چشم پرنم کے ساتھ سپرد خاک کیا۔ آپ کے انتقال سے علمائے گھوسی کے سلسلۃ الذہب کی ایک اور کڑی ٹوٹ گئی۔ آپ کی پیدائش یکم جولائی ۱۹۳۹ کو کریم الدین پور گھوسی میں ایک غریب بنکر خاندان میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام محمد رفیع اور والدۂ محترمہ الفت تھیں۔ آپ ایک زبردست عالم باعمل تھے درس و تدریس ہی آپ کا مشغلہ تھا۔ تادم حیات دینی علوم وفنون کی ترویج واشاعت میں اپنی زندگی گذاری تھی۔ آپ منکسر المزاج اور سادہ خورد ونوش کے آدمی تھے کبھی بھی زرق، برق اور نام و نمونہیں کیا کام کرنا جانتے تھے۔ مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں آپ نے ۲۸ر سال تک تدریسی فرائض انجام دیے۔ جب تک آپ شمس العلوم میں رہے یہاں کا تعلیمی معیار کافی اونچا تھا۔ ۱۹۶۲ سے تادم حیات جامع مسجد کریم الدین پور گھوسی کے امام جمعہ رہے اور حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد عید گاہ کریم الدن پور میں امام عیدین رہے۔ آپ سرکار کلاں حضرت سید مختار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت تھے۔ ۱۹۹۹ء میں پہلا حج کیا دوسرا حج ۲۰۱۱ء میں اور جنوری 2015 ء میں عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی ذات مرجع خلائق تھی۔ ایک عالم ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے سکھ دکھ میں شریک ہوتے، میت کی تجہیز وتکفین اور غسل دینے کا کام کرتے۔ نیپال میں آپ نے کافی دینی خدمات انجام دی ہیں اور کافی تعداد میں وہاں کے لوگ آپ کے مرید ہیں۔ آپ کے پسماندگان میں بیوہ کنیز فاطمہ اور تین لڑکے مولانا جمال اختر اشرفی، مولانا کمال اختر اشرفی، بلال اختر اور چار بہنیں شامل ہیں۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ شمس العلوم واقع کریم الدین پور ہگی سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور تشریف لے گئے، وہاں آپ نے بڑی محنت سے تعلیمی سلسلہ جاری رکھا۔ اس کے بعد حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کے ساتھ دارالعلوم شاہ عالم گجرات تشریف لے گئے اور وہیں سے ۱۵ر شعبان ۱۳۷۵ ہجری میں سند فراغت حاصل کی، اس کے بعد تدریسی میدان میں قدم رکھا۔ سب سے پہلے مدرسہ قادریہ گجرات میں بحیثیت صدر المدرسین تشریف لے گئے پھر مدرسہ فضل رحمانیہ پچپڑوا، ۱۹۵۹ء میں مدرسہ شمس العلوم گھوسی، ڈیڑھ سال بعد مدرسہ اشرفیہ احسن المدارس قدیم کانپور، پھر سید العلوم بڑی تکیہ بہرائچ، اس کے بعد ندائے حق ٹانڈہ تشریف لے گئے، ۱۹۷۳ء میں دوبارہ شمس العلوم گھوسی آئے اور یہیں سے صدر المدرسین کے عہدہ سے ۱۹۹۹ ءمیں ریٹائر ہوئے۔ اس کے بعد گھر بیٹھنا گوارانہ کیا درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھنے کے لیے مدرسہ عزیزیہ مظہر العلوم نچلول بازار تشریف لے گئے۔ دو سال بعد مدرسہ منظر حق ٹانڈہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر وہاں سے مدرسہ غریب نواز ڈومریاگنج ضلع بستی میں درس دیا اس کے بعد مدرسہ غوثیہ حضوریہ سریاں شریف ضلع اعظم گڈھ میں تادم حیات شیخ الحدیث رہے آپ نے تدریسی زندگی کا بیشتر حصہ مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں گذارا، جہاں آپ نے زبردست علمی خدمات انجام دیں اور علما کی ایک فوج تیار کی۔ گھوسی کی علمی تاریخ میں آپ کا نام زریں حروف سے لکھا جائے گا۔ درس و تدریس کے علاوہ گھوسی کے سماجی کاموں میں بھی حصہ لیتے، پیدائش، موت، خوشی، غمی ہر طرح کی تقاریب میں آپ کی موجودگی ہوتی۔ سماجی برائیوں کے خلاف جامع مسجد اور دیگر مقام پر تقریریں کرتے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے۔ سادہ غذا، سادہ پوشاک، سادہ زبان آپ کا طرۂ امتیاز تھا اور انھیں اوصاف کو اپنے تلامذہ سے اختیار کرنے کی تلقین بھی کرتے۔ زبردست عالم ہونے کے باوجود پوری زندگی درویشانہ طرز پر گذار دی۔ سرکار کلاں سید مختار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے اور حضرت سید مصطفیٰ اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ نے خلاف واجازت سے نوازا، اور حضرت سید محمد اجمل حسین اشرفی جیلانی اور حضرت شیخِ اعظم سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ اور حضرت علامہ شیخِ طریقت سید حامد اشرف اشرفی جیلانی نے بھی آپ کو خلافت و اجازت مرحمت فرمائی۔

آپ کے اساتذہ میں حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی علیہ الرحمہ، علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ، شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی، مرتب فتاویٰ رضویہ علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ، شیخ العلما علامہ غلام جیلانی علیہ الرحمہ، علامہ سمیع اللہ امجدی علیہ الرحمہ، علامہ قاری محمد یحی علیہ الرحمہ شامل ہیں۔

از: امیر الدین شمسی گھوسی ضلع مئو۔

آہ! حضرت مولانا الحاج عبدالرحیم اشرفی نعیمی علیہ الرحمۃ

صوبہ بنگال کے ضلع اتر دیناجپور، دارجلنگ اور مشرقی بہار کے مشہور و معروف عالم دین استاذ العلما حضرت علامہ و مولانا الحاج عبدالرحیم اشرفی نعیمی، مورخہ ۸؍ جمادی الاولی ۱۴۳۸ھ، مطابق ۶؍ فروری ۲۰۱۷ء پیر کو ایک طویل علالت کے بعد سلی گوڑی میڈیکل کالج میں صبح ۴ بجے داغ مفارقت دے گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضور استاذ العلما کی رحلت کی خبر برق رفتار ہوا کی طرح پورے علاقہ میں پھیل گئی اور آپ کے آبائی وطن "جاگیر سانپ نکلا" میں دور و نزدیک سے عقیدت مندوں کا ایک سیلاب امنڈ پڑا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورا علاقہ ایک ماتم کدہ میں تبدیل ہو گیا۔ ۹ بجے صبح آپ کے جسد خاکی کو میڈیکل کالج سے آپ کے آبائی وطن لایا گیا۔ بعد ظہر تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ پورا گاؤں اپنے محسن کو خراج عقیدت پیش کرنے والوں سے بھرا تھا جس میں کثیر تعداد میں علما و مشائخ بھی تھے۔ ۳ بجے حضرت علامہ و مولانا سید فیضان اشرف اشرفی کچھوچھوی کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ پسماندگان میں دو بیٹے۔ مولانا محمد علی اکبر نوری، صدر المدرسین دارالعلوم اشرفیہ اصلاح المسلمین، طوفان ڈانگی، دارجلنگ و مولانا علی اصغر قاضی کوٹا۔ اور سات بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

آپ ایک بہترین مدرس، عمدہ واعظ و خطیب اور اچھے مدبر و مفکر تھے۔ آپ کا دائمی مشغلہ تعلیم و تدرس تھا۔ اس کے علاوہ اہل سنت کے اکثر جلسوں میں آپ صدارت کے لئے مدعو کیے جاتے تھے اور ان کی صحیح رہنمائی فرماتے تھے، اس راستہ میں آپ کو جو بھی صعوبتیں درپیش آتیں خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرتے آپ کی کوششوں کا ثمرہ ہے کہ آپ کا علاقہ جو علم دین کے اعتبار سے خستہ حالی و پسماندگی کا شکار تھا آج علم دین سے سرسبز و شاداب ہے۔

حضور استاذ العلما عمدہ خصلت، پاکیزہ صفت، اچھے اخلاق اور بہترین صلاحیت کے مالک تھے، عوام کے ساتھ آپ کا رویہ بڑا مشفقانہ ہوتا اور انداز گفتگو انتہائی نرم۔ یہی وجہ تھی کہ علما و عوام سب آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے، آپ سے بار بار ملنے کے مشتاق رہتے اور آپ کی خوش اخلاقی کا گن گاتے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات قبول فرمائے، ان کی قبر پر رحمت و غفران کی موسلا دھار بارش برسائے اور خطۂ بنگال کے اس علاقہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور ہم سب پر حضرت کا فیضان جاری و ساری رکھے۔

از۔ محمد غضنفر حسین متعلم جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(ص: ۵۴ کا بقیہ)... ذرا اس کے معانی و مفاہیم پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں تو یہ بات آشکارا ہوگی کہ السلام علیکم زبان عربی کا ایک جملہ اسمیہ ہے، جس کا معنی 'آپ تمام پر سلامتی ہو' ہے۔ عربی قواعد کا گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات معلوم ہوگی کہ جملہ اسمیہ اس جملہ کو کہتے ہیں جو کہ تمام زمانوں کی قید سے پاک ہو، یعنی السلام علیکم میں کسی زمانے کی قید نہیں، البتہ یہ طے پایا کہ السلام علیکم کو کسی بھی محفل میں، کسی بھی مجلس میں چاہے وہ خوشی کی محفل ہو یا غم کی محفل ذکر کریں تو جملہ میں کوئی شبہہ تک نہ آئے گا۔ لیکن دگر مذاہب کے طرز تخاطب کا انداز کچھ عجیب سا ہے۔

جیسے اگر کسی ہندوستانی نے کسی امریکی سے بذریعہ موبائل فون بات کی اور آداب کی جگہ Good Morning کہا تو بات کچھ عجیب نکل آتی ہے کیونکہ ہندوستانی نے اپنے ملک کے حساب سے صبح کا سلام کہا لیکن امریکی وہ بات گڈ مارننگ کے بجائے Good Night کہنی تھی۔ یا کسی ہندوستانی نے کسی دوسرے ہندوستانی کو ایسے وقت میں Good Morning کہا جب کہ اس کا سڑک حادثہ ہو گیا تھا، بات کچھ عجیب سی نظر آتی ہے۔

یہ رہی بات عیسائیوں کی، جبکہ ہندوؤں کے آداب میں بھی کچھ عجب سا اضطراب نظر آتا ہے۔ ہندو شخص کسی دوسرے کو آداب عرض کرے تو 'نمسکار' جیسے کفریہ عبارت سے آداب عرض کرے، جو کہ زبان سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی 'رکوع قبول کریں' کے ہیں۔ اسے کسی مسلمان کو بولنا کفر کی طرف راہ دکھاتا ہے، کیونکہ رکوع و سجود صرف اس خداوند قدوس کے لیے ہے جس نے اس کائنات کو بنایا جیسا کہ قرآن کہتا ہے 'ایاک نعبد' یعنی کہ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں تو اس میں کسی کا شریک ٹھہرانا سراسر کفر ہے۔

یہ رہی بات مسلمانوں کی جبکہ ہندو مذہب میں بھی اس کی ادائیگی کچھ عجب سے ماحول کی طرف رہنمائی کرتی ہے، جیسا کہ کسی چھوٹی حیثیت والی شخصیت نے کسی بڑی حیثیت والی شخصیت کو نمسکار کہا تو بات کچھ حد تک ٹھیک کہی جا سکتی ہے، لیکن اگر کسی بڑی حیثیت والی شخصیت نے کسی چھوٹی حیثیت والی شخصیت کو نمسکار کہی تو بات کچھ عجب سی لگتی ہے۔

غرض! دنیا کے کسی بھی مذہب کو آداب کے معاملے میں لایا جائے تو سب کے سب خامیوں میں ملوث نظر آتے ہیں، اور اسلام ہی ایک ایسا پاک و شفاف مذہب ہے جو تمام عیوب سے پاک ہے، نہ ہی کہیں مکان کی غلطی اور نہ ہی کہیں زمان کی لغزش، پس انہیں وجوہات کی بنا پر اسلام کی یہ جوامع الکلم طرز تخاطب 'السلام علیکم' دنیا کے تمام آدابوں میں سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔

از قلم: سید محمد مبشر رضا سالماری
ریسرچ اسکالر (ڈپارٹمنٹ آف قرآن اینڈ ریلیٹڈ سائنسس)
دارالہدیٰ اسلامک یونیورسٹی، ہدایہ نگر، چماڈ، ملپرم، کیرالا

صدائے بازگشت

اشرفیہ کے سارے مضامین قابلِ استفادہ

مدیر محترم ماہ نامہ اشرفیہ   سلام مسنون

ماہ جنوری کا ماہ نامہ اشرفیہ موصول ہوا، حسان حضرت الہند بیکل اتساہی کی یادوں پر مشتمل آپ کا اداریہ پڑھ کر بیکل صاحب کی کتابِ حیات کے بہت سارے گوشوں سے واقفیت ہوئی، یقیناً بیکل صاحب کی رحلت نہ صرف شعروادب بلکہ دینی، ملی، سماجی اور سیاسی حلقوں کا بھی عظیم خسارہ ہے ،بیکل صاحب جیسی متنوع شخصیتیں برسوں میں پیدا ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔

شخصیات کے کالم میں بیکل صاحب کے حوالے سے شائع ہونے والی تینوں تحریریں اہمیت کی حامل ہیں، مولانا قمر الحسن مصباحی بستوی نے بیکل صاحب کے ساتھ امریکہ میں گزارے لمحات کو بڑے خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے ، ان کی تحریر سے دیار غیر میں بیکل صاحب کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ صغریٰ بیگم خانم نے بیکل صاحب کی زندگی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ان کے شاعرانہ کمالات پر بھی اظہار خیال کیا ہے ،اس مضمون میں بیکل صاحب کی ادبی، سیاسی اور سماجی خدمات ، مختلف تنظیموں، تحریکوں اور اداروں نیز سرکاری اور غیر سرکاری طور پر دیے جانے والے اعزازات کا تفصیلی ذکر، مختلف شعبہائے حیات میں ان کی عام مقبولیت سے روشناس کراتا ہے۔

بزم دانش کے کالم میں اہل سنت کے غیر مربوط علما و مشائخ: اسباب اور حل کے عنوان سے مفتی محمد علی قاضی مصباحی کی تحریر حقائق کو اجاگر کرتی ہے ، یہ سچ ہے کہ علما و مشائخ اہل سنت کو مربوط کرنے کے لیے منفی طرزِ فکر اور شدت پسندانہ طرزِ عمل سے اجتناب ازحد ضروری ہے ۔ جماعت اہل سنت کا انتشار بہت حد تک غلط فہمیوں کی بھی دَین ہے ۔ ماضی قریب میں ہمارے اکابرین کے مابین محبت و مودت کے تعلقات تھے ۔ وہ ایک دوسرے کی تعظیم و تکریم بجالایا کرتے تھے ،اس حوالے سے جب ہم غور فکر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں جب تک رواداری رہی اور ایک دوسرے کے تعلق سے دلوں میں مخلصانہ جذبات رہے ،حالات ساز گار رہے، جہاں سے خود غرضی ، انانیت ، اور ذاتی مفادات کے تحفظ کی فکر ہمارے بڑوں کو ستانے لگی وہیں سے جماعت ٹکڑیوں میں تقسیم ہوتی گئی ۔ اتحاد و اتفاق اور باہمی محبت و مودت کے قدیم تعلقات کو بحال کرنے کی سعی کرنا ہم سب کی مشترکہ ذمے داری ہے ، اللہ تعالیٰ اہل سنت کی شیرازہ بندی کی کوئی سبیل پید فرمائے، امین

اس شمارے کے دیگر مضامین بھی قابل استفادہ ہیں ، اللہ تعالیٰ رسالے کو مزید استحکام عطا فرمائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

محمد ساجد رضا مصباحی

استاذ دارالعلوم غریب نواز، داہوگنج کشی نگر

رحمِ مادر میں بچیوں کا قتل افسوس ناک

مکرمی! پیغمبر اسلام نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا برائیوں کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی ۔ شراب نوشی ، زنا کاری اور بد کاری عام تھی ۔ چوری ڈکیتی ، لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا ۔ جہالت کا ہر طرف دور دورہ تھا ، انسانیت دم توڑ رہی تھی ۔ بچیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا ۔ رسول رحمت ﷺ کی جلوہ گری سے جہاں بے شمار معاشرتی برائیوں کا خاتمہ ہوا وہیں بچیوں کو بھی زندگی ملی ۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے نہ صرف بچیوں کو تحفظ فراہم کیا بلکہ ان کی پیدائش کو باعث رحمت قرار دیا۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگ پھر اسی عہد جاہلیت کی تقلید کی طرف بڑھ رہے ہیں اور وہ تمام سماجی برائیاں جن کا پیغمبر اسلام نے اپنی حیات طیبہ میں خاتمہ فرمایا تھا پھر ڈیرہ جما رہی ہیں۔

اکیسویں صدی عیسوی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ علم و ترقی کی صدی ہے ۔ آج کا انسان چاند و سورج پر کمندیں ڈالنے تک کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس کی نظر میں انسانی جانوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ۔ خاص طور پر بچیوں کے تئیں لوگوں کے خیالات پھر پراگندہ ہو رہے ہیں ۔ بس فرق صرف اتنا ہے کہ عرب کے جاہل سماج میں بچیوں کو پیدا ہوتے ہی گاڑ دیا جاتا تھا اور آج کے متمدن سماج میں بچیاں دنیا میں آنے سے پہلے ہی رحم مادر میں مار دی جاتی ہیں ۔ اسلام سے پہلے لڑکیوں کی پیدائش باعث ننگ و عار تھی اور آج کے زمانہ میں بھی بیٹی کی پیدائش کو منحوس خیال کیا جاتا ہے ۔ زمانۂ جاہلیت میں اکثر ناداری کے اندیشہ سے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اور آج کے ماڈرن دور میں بھی لڑکیوں کی پرورش، تعلیم و تربیت اور شادی میں بھاری بھرکم جہیز کی ادائیگی کے ڈر سے مشینی جانچ کے ذریعہ پتہ لگا کر ان کا جنین قتل کروا دیا جاتا ہے ۔ ایسا نہیں ہے کہ بچیوں کو رحم مادر میں تحفظ دینے کے لئے حکومتی سطح پر کوشش نہیں ہوتی ۔ بچیوں کے جنین قتل کی روک تھام کے لئے "پی اینڈ ڈی ٹی" (الٹرا ساؤنڈ جانچ میں جنس کی شناخت قانوناً جرم ہے) کے نام سے قانون موجود ہے ۔ مگر اس ایکٹ کے تحت کارروائی کی شرح بہت کم ہے ۔ ہزاروں کی تعداد میں جب بچیاں رحم مادر میں مار ڈالی جاتی ہیں تب جا کر کہیں ایک شخص کو سزا ملتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سماج دشمن برائی رکنے کا نام نہیں لے رہی ہے اور بلاتخصیص مذہب ہر طبقہ کے لوگوں کا

رجحان اس برائی کی طرف شدت سے ہورہا ہے۔اگر قانون کی پابندی کرتے ہوئے محکمہ صحت جنسی جانچ کرانے میں ملوث الٹراساؤنڈ سنٹروں کے خلاف کاروائی کرے تو لڑکیوں کے جنسی قتل کو روکا جا سکتا ہے۔ سماج کے اندر بیٹیوں کے متعلق پائی جانے والی اس بے حسی کو بھی دور کرنا ضروری ہے جس کے سبب لوگ اس گھٹیا کام پر آمادہ ہوتے ہیں۔اس سلسلے میں ہمیں قرآن اور سیرت نبوی سے زبردست رہنمائی ملتی ہے۔

قرآن نے بھوک اور افلاس کے خوف و خدشہ سے اولاد کو قتل کرنے والوں پر بندش لگائی اور اسے جرم عظیم قرار دیا۔ساتھ ہی یہ بھی باور کرایا کہ اولاد کو روزی دینا اللہ کے ذمہ کرم پر ہے۔ارشاد ربانی ہے:"اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے ہم انہیں بھی روزی دیں گے اور تمہیں بھی بے شک ان کا قتل بہت ہی بڑا گناہ ہے"۔(سورۂ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۳۱)

واضح رہے کہ بچے کی زندگی کا آغاز مرحلہ جنین سے ہوتا ہے، اسلام نے اس مرحلہ سے بچے کے لیے زندگی کے حق کو قانونی حیثیت عطا کی ہے۔چونکہ استقرار حمل کے چار ماہ بعد شکم مادر میں موجود بچے میں روح پھونک دی جاتی ہے اس وقت حمل ضائع کرنا رحم مادر میں بچہ کو قتل کرنا ہے جو کہ قتل انسانی کے مترادف اور گناہ کبیرہ ہے۔آج کسی کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا ہے تو پورا گھر خوشی سے جھومنے لگتا ہے اور مبارکبادیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل پڑتا ہے لیکن اگر بیٹی پیدا ہو جائے تو ماں باپ کے چہرے کا رنگ پھیکا اور گھر کا پورا ماحول سوگوار ہو جاتا ہے۔یہ ہمارے احساسات کے مردہ ہونے کی علامت ہے۔حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:"لڑکیوں سے نفرت نہ کرو میں خود لڑکیوں کا باپ ہوں"۔

بیٹی کی صحیح تربیت کے عوض والدین کو جنت کی بشارت دی گئی ہے ارشاد نبوی ہے: "جس شخص کے کوئی بچی پیدا ہوئی اور اس نے جاہلیت کے طریقہ پر زندہ دفن نہیں کیا اور نہ اس کو حقیر جانا اور نہ لڑکوں کو اس کے مقابلہ میں ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا" (ابوداؤد)

سرکار دوعالم ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہن، اللہ کے رسول نے اپنی چاروں صاحبزادیوں کی پرورش و تربیت کرکے تمام امت کے لیے ایک نمونہ قائم کر دیا۔کچھ لوگوں کی یہ سوچ ہے کہ بیٹا ہی میرے خاندان کا نام روشن کرے گا اس لیے بھی وہ بچیوں کو دنیا میں آنے دینا نہیں چاہتے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی نسل شریف حضرت فاطمہ سے ہی آگے بڑھی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی فکر کی روشنی میں دنیا کو اس سنگین جرم کے بارے میں بتایا جائے اور ان کی رہنمائی کی جائے۔ ورنہ ماں کے پیٹ میں بچیوں کا جنین قتل اگر اسی طرح ہوتا رہا تو آنے والے کچھ سالوں میں ہم بیٹی، بہن، بہو اور ماں سے محروم ہو جائیں گے علما، مبلغین اور سماجی مصلحین اس سمت میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اسقاط حمل کا کام ظاہر ہے کہ ڈاکٹروں کے ذریعہ انجام پاتا ہے، اس لیے ڈاکٹرس حضرات کو چاہئے کہ اپنے رویہ میں تبدیلی لائیں اور روپیہ بٹورنے کے چکر میں اس گھناؤنے فعل کو قطعی انجام نہ دیں۔ آئیے یہ عہد کریں کہ ہم بچیوں کی پیدائش کو باعث رحمت تصور کریں گے اور جنس کی بنیاد پر لڑکا اور لڑکی کے درمیان کوئی بھید بھاؤ نہیں رکھیں گے۔

از: محمد عرفان قادری، مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن، بڑا چاند گنج، لکھنؤ

اور سلاموں سے اچھا سلام اب ہمارا

مکرمی.........................سلام مسنون

یوں تو ہر فرد بشر سوائے چند کے بلاکسی تامل و جھجک مافی الضمیر بتانے میں عار جیسے خار کو خاطر میں نہ لاتا ہے۔لیکن کسی کی زبان میں نرمی اور کسی کی زبان میں گرمی تو کسی کے زبان میں چاشنی تو کسی کے زبان میں درشتی کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔جن سے کوئی نرم تو کوئی گرم اور کوئی متاثر تو کوئی متنفر ہوتا نظر آتا ہے۔

ان تمام باتوں کو نظر انداز اور بالائے طاق رکھ کر صرف اوائل کلام کی طرف اذہان کو مبذول کرایا جائے تو وہاں ایک ایسی بات دکھائی دیتی ہے جسے اکثر و بیشتر نے بروئے بیان نہ لایا۔ جو کہ ایک اہم موضوع ہے، جس سے طریقہ تکلم تو عیاں ہوگا ہی ساتھ ہی ساتھ ایک ایسے مذہب کی تعلیمات بھی سامنے آئیں گی جو کہ صرف حقوق والدین اور حقوق اقربا ہی نہیں بلکہ حقوق الفاظ کو بھی ملحوظ نظر رکھا ہے۔ جسے قرآن نے" ان الدین عند اللہ الاسلام "سے پکارا۔

ہاں! اوائل کلام کا مفہوم 'سلام' جسے بجا لانے کے بعد انسان اپنی باتوں کو مخاطب تک پہنچانے میں کامیاب ہوتا ہے۔اور جس کلام میں سلام نہ ہو وہ مثل اس پھل کے ہے جس میں نہ ہی خوشبو ہو اور نہ مٹھاس۔اور اس شجر کے مماثل جس کے برگ و گل موسم خزاں کے شکار ہو گئے ہوں۔پس انہیں وجوہات کی بنا پر سلام و آداب کا مقام فہم و اہمہ میں اپنی جگہ بنالیتا ہے۔

السلام علیکم اور دیگر آداب کے مابین توازن

یہ طرز تخاطب اسلام جیسے پاکیزہ مذہب میں مقبول و عام ہے، جسے ہر مسلم چاہے عربی ہو یا امریکی، ہندوستانی ہو یا پاکستانی، بنگالی ہو کہ بہاری، امیر ہو کہ فقیر سب کے سب اس طرز تخاطب سے روشناس ہی نہیں بلکہ ساری زندگی اسی طرز تخاطب میں بسر کرتے ہیں۔ رسائل و وسائل، صحائف و وظائف، غرض کہ ہر موڑ پر اس طرز تخاطب کا استعمال ہوتا ہے۔

(باقی ص:۵۲ پر)

خیر و خبر

جامعہ ملک العلما میں جشن غوث الوریٰ

چرگاہاں ضلع موتیہاری، بہار کی ایک عظیم الشان دینی درس گاہ کا نام جامعہ ملک العلما ہے، جہاں جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کے مکمل نصاب کے مطابق ماہر اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جامعہ ملک العلما کے احاطے میں ۲۷؍ جنوری ۲۰۱۷ء کی شب میں نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ جشن غوث الوریٰ کا انعقاد عمل میں آیا، جس کی صدارت جامعہ ملک العلما کے سربراہ اعلیٰ حضرت مولانا محمود عالم رضوی نے فرمائی، جب کہ نظامت کا فریضہ حافظ ملت کوچنگ سینٹر، مظفر پور کے استاذ مولانا ریاض انور مصباحی نے انجام دیا۔ قاری کمال الدین رضوی نے قرآن مجید کی تلاوت سے محفل کا آغاز کیا اور عارف رضا متعلم جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اکرم نورانی مظفر پوری اور محبوب قیصر ویشالوی وغیرہ نے حمد و نعت کا حسین گل دستہ پیش کر کے کیف و نور کا سماں باندھ دیا۔ تحریک اصلاحِ ملت مظفر پور کے ڈائریکٹر اور جامعہ ملک العلما کے سرپرست حضرت مولانا ثناء اللہ اطہر مصباحی نے جامعہ اشرفیہ اور جامعہ ملک العلما کے عنوان پر پر مغز خطاب فرمایا۔ انھوں نے اشرفیہ کے عروج و ارتقا کی تاریخ بیان کی اور حافظ ملت کی بے لوث خدمات، نیز اہلِ مبارک پور کے جذبۂ ایثار و قربانی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آج جہاں اربابِ مدارس کو حضور حافظ ملت کی زندگی کو مشعلِ راہ بنانے کی ضرورت ہے وہاں اراکینِ مدارس کو اعوان و انصارِ مبارک پور کی طرح ایثار و قربانی کا مظاہرہ کرنے کی بھی ضرورت ہے، تب جا کر کوئی ادارہ ارتقا کی منزل طے کر سکتا ہے۔ مزید انھوں نے کہا کہ جامعہ ملک العلما، جامعہ اشرفیہ کی اتباع کرتے ہوئے اپنے تعلیمی قافلے کو آگے بڑھائے گا اور معیاری تعلیم، عمدہ تربیت کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کرے گا۔

جامعہ اشرفیہ کے مؤقر استاذ اور ماہ نامہ اشرفیہ کے چیف ایڈیٹر حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی خطیبِ خصوصی کی حیثیت سے کرسیِ خطابت پر جلوہ افروز ہوئے اور اصلاحِ افکار و عقائد کے عنوان پر نہایت ہی بلیغ خطبہ دیا۔ سرکار غوث اعظم کے اطوار و عادات اور کردار و اعمال کا ذکر کرتے ہوئے لوگوں کو ان کو نقوشِ پا پر چلنے کی تلقین کی۔ مزید انھوں نے فرمایا کہ دیارِ چمپارن میں جامعہ ملک العلما کا قیام یہاں کے مسلمانوں کے لیے سرمایۂ افتخار ہے۔ اخلاص و وفا شعاری کے ساتھ اس علمی کارواں کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے، تاکہ یہ ادارہ صوبہ بہار بلکہ ملک کے دور دراز کے حصوں کے لیے مینارۂ نور ثابت ہو سکے۔ اس موقع پر جامعہ ملک العلما کے اساتذہ مولانا تحسین ضیا مصباحی، مولانا شہزاد انور مصباحی، مولانا غوث جان قادری، قاری ضیاء الدین رضوی، اور مولانا ناصر حسین مصباحی کے علاوہ بہت سارے علما موجود تھے۔ اخیر میں صلوٰۃ و سلام اور خانقاہ تیغیہ جنابیہ حسینی شریف کے سجادہ نشیں حضرت شاہ ثناء المصطفیٰ تیغی کی دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔

از: محمد غلام سرور متعلم جامعہ ملک العلما، چرگاہاں، موتیہاری

فقیہ ملت سیمینار

آپ حضرات کو یہ جان کر بے پناہ خوشی و مسرت ہوگی کہ بعض محبین و مخلصین نے برصغیر کی معروف و مشہور شخصیت حضور فقیہ ملت حافظ و قاری الحاج مفتی جلال الدین احمد امجدی نور اللہ مرقدہ (م ۳؍ جمادی الآخر ۱۴۲۲ھ) کی حیات، دینی و ملی خدمات اور ان کے قائم کردہ ادارہ "مدرسہ امجدیہ اہل سنت ارشد العلوم" اور "مرکز تربیت افتا" کی خدمات کے حوالے سے سترہواں عرس فقیہ ملت ۳؍ جمادی الآخرہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۱؍ فروری ۲۰۱۸ء کے مبارک موقع پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فقیہ ملت سیمینار کرنے کا پختہ ارادہ کیا گیا ہے۔

لہٰذا اس سلسلے میں استاذ العلما حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے محبین و مخلصین بالخصوص آپ کے تلامذہ، مریدین و متوسلین سے پر خلوص گزارش کی جاتی ہے کہ آپ حضرات کے پاس حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے مکتوبات، اقوال، افکار اور دینی و ملی خدمات کے تعلق سے جو بھی اہم جانکاری ہو، اسے قلم بند کر کے نائب فقیہ ملت مفتی ابرار احمد امجدی برکاتی، اور شہزادہ فقیہ ملت مفتی ازہار احمد امجدی ازہری کے پاس اپریل ۲۰۱۷ء کے اخیر تک ارسال کر دیں، عین نوازش ہوگی، آپ کی ذی استعداد شخصیت اور محبت و الفت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں امید قوی ہے کہ آپ اپنی علمی کوشش سے ملت اسلامیہ کے ایک عظیم محسن کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے جلد از جلد اپنی ملی و دینی بیداری کا ثبوت پیش کریں گے، مکتوبات یا اپنی تحریر مندرجہ ذیل پتے یا ای میل

آئی ڈی پر ارسال فرمائیں:

مفتی ابرار احمد امجدی برکاتی دام ظلہ

ناظم اعلیٰ: مرکز تربیت افتا، مقام و پوسٹ، اوجھاگنج، ضلع، بستی

یو، پی، انڈیا، پن کوڈ:۲۷۲۱۳۱ موبائل:۹۹۳۶۹۱۹۸۲۰

Email Id:abraramjadi@gmail.com

مفتی ازہار احمد امجدی ازہری زید علمہ

استاذ و مفتی: مرکز تربیت افتا، مقام و پوسٹ، اوجھاگنج، ضلع، بستی

یو، پی، انڈیا، پن کوڈ:۲۷۲۱۳۱ موبائل:۹۹۳۶۶۹۱۰۵۱

Email Id:amjadiazhari@yahoo.com

ادارہ مرکز تربیت افتا، اوجھاگنج، بستی

تنظیم نقشبندیہ کے زیر اہتمام سالانہ رحمت عالم کانفرنس وجشن غوث الوریٰ وعرس امام الاولیاء

دنیا میں جتنے بھی انبیا و رسل تشریف لائے اللہ تعالیٰ نے تمام کو مختلف معجزات وکمالات کے ساتھ بھیجا لیکن جب نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس فرش گیتی پر مبعوث فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی انبیا و رسل مبعوث ہوئے سب کے معجزات وکمالات کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ ﷺ میں مجتمع فرمادیا۔ مذکورہ خیالات کا اظہار مفکر اسلام مولانا مبارک حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے تنظیم نقشبندیہ کے زیر اہتمام محلہ پورہ رانی بھیلی بازار میں منعقدہ پندرہواں سالانہ عظیم الشان رحمت عالم کانفرنس وجشن غوث الوریٰ وعرس امام الاولیا سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انھوں نے مزید کہا کہ اسلام کی مکمل روشنی قرآن ہے، قرآن معلم کائنات ﷺ پر بذریعہ وحی نازل ہونے والی ایک ایسی مقدس کتاب ہے جس میں آج قریب چودہ سو پچاس سال بعد بھی ایک نقطے کا ردو بدل نہ ہوا اور نہ ہی رہتی دنیا تک ہوگا۔ قیامت تک دنیا میں ہونے والی ایسی کوئی ترقی موجود نہیں جو قرآن مقدس میں موجود نہ ہو۔ جملہ آسمانی کتابوں میں ایک ہمارا قرآن ہی ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود پروردگار عالم نے اپنے ذمہ کرم میں لیا ہے۔ جتنی بھی آسمانی کتابیں ہیں ان میں سے کسی کو درخت کی پتیوں پر تو کسی کو پیڑ کی چھالوں پر لکھا جاتا تھا مگر وہ مقدس کتاب جس کا نزول ہمارے پیارے آقا پر ہوا اللہ تعالیٰ نے اسے لوگوں کے دلوں پر نقش کردیا۔ آپ نے سرکار غوثِ اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب پر بھی بھرپور روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور نورِ نگاہ مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ دنیا کو کوئی بھی روحانی اور عرفانی سلسلہ ہو سب پر حضرت غوثِ اعظم کا فیضان ہے۔ آپ کا ارشادِ گرامی تھا، ”قدمی هذه علی رقبة كل ولی الله“ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے، ایسا عملی طور پر بھی ہوا۔ حضرت مصباحی صاحب نے سلسلہ قادریہ اور نقش بندیہ کی عظیم خانقاہ قادریہ نقش بندیہ حضوریہ سریا شریف کے عظیم بزرگ امام الاولیا حضرت پیرِ طریقت سید شاہ محمد قاسم میاں نقش بندی علیہ الرحمہ پر بھی خطاب فرمایا۔ ان کے علاوہ مولانا محمد فاروق بکسر بہار، مولانا محمد طارق عزیزی مصباحی سنت کبیر نگر نے امام الاولیا حافظ سید شاہ ابوالمحمود محمد قاسم الجیلانی نقش بندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات و خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالی۔

صدارت مولانا نعیم اختر مصباحی خطیب و امام جامع مسجد راجہ مبارک شاہ اور نظامت مولانا قیصر اعظمی نے کی۔ جب کہ سرپرستی شیخ طریقت علامہ الحاج سید شاہ حامد حسن الجیلانی سجادہ نشین خانقاہ حسنی حضوری سریا شریف کو کرنا تھی مگر افسوس ان دنوں آپ سخت علیل ہو گئے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل انھیں صحت و سلامتی عطا فرمائے، آمین۔

واضح رہے کہ بعد نماز فجر قرآن خوانی، ۱۰؍ بجے حلقہ ذکر، بعد نماز ظہر لنگر شریف کا اہتمام کیا گیا جس میں قریب ۱۲۰۰؍ افراد نے ماحضر تناول فرمایا، بعد نماز عشا جلسہ کا آغاز ہوا شبیر عزیزی، عارف اعظمی، اور حافظ عبدالقادر شیولی نے بارگاہ رسالت و ولایت میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ ایک بج کر ۵۵ منٹ پر قل شریف ہوا۔ اخیر میں صلوۃ وسلام اور مولانا نعیم اختر مصباحی کی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

اس موقع پر نبیرۂ حافظ ملت مولانا نعیم الدین عزیزی، انجمن اہل سنت واشرفی دارالمطالعہ کے جنرل سکریٹری حاجی محمد مظہر انصاری، سرپرست تنظیم نقش بندیہ عالی جناب معین الدین قریشی، صدر تنظیم جناب شجاعت اللہ، راشد نواز عرف راجو، نائب صدر محمد اسماعیل، محمد عرفان، رضوان احمد راعینی، نثار احمد راعینی، شہاب الدین راعینی، محمد عثمان راعینی، اتر پردیش مدرسہ تعلیمی بورڈ کے سابق ممبر ماسٹر ارمان احمد خان، مولانا محمد جاوید چشتی نمائندہ وارث اودھ، علاء الدین زمزم حضوری، محمد اشہد، محمد اسماعیل، غوث القمر، محمد ارشد، نوشاد احمد، مشتاق بابا، حافظ ریاض احمد، شاہد فاروقی ایڈوکیٹ وغیرہ کے علاوہ تنظیم کے جملہ ارکان و معزز سامعین کثیر تعداد میں موجود تھے۔ رپورٹ: رحمت اللہ مصباحی روزنامہ انقلاب